ماہنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۱۲	صفر المظفر ۱۴۳۵ھ / دسمبر ۲۰۱۳ء	جلد : ۲۱

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلٰی	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

امریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور ای میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپواکر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۷
پاکستان میں آئینِ اِسلامی کا نفاذ.........	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۷
پردہ کے اَحکام	حضرت مولانا محمد اَشرف علی صاحب تھانویؒ	۱۹
سیرت خلفائے راشدینؓ	حضرت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ	۲۶
اِسلامی اَذکار و دُعائیں.....اَحکام وفضائل	حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبد الحلیم صاحب چشتی	۳۳
گلدستہ اَحادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۷
ماہِ صفر کے اَحکام اَور جاہلانہ خیالات	جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۵۳
عالمی خبریں		۶۱
اَخبار الجامعہ		۶۳

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُ الاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ !

گزشتہ ماہ کی ۱۵ر تاریخ جو کہ عاشورۂ محرم اور جمعہ کا دِن تھا راولپنڈی میں اہل سنت والجماعت کی مسجد و مدرسہ پر اہل تشیُّع کے ماتمی جلوس نے عین نمازِ جمعہ کے وقت حملہ کیا چالیس کے قریب نمازیوں، طلباء، اَساتذہ اور اُن کے اہلِ خانہ کو ذبح کر کے قتل کر ڈالا مسجد و مدرسہ کو آگ لگادی جس کی وجہ سے ملحقہ بڑی تجارتی عمارت بھی جل کر خاک ہوگئی کچھ اَساتذہ اور اُن کے اہلِ خانہ آگ میں جل کر شہید ہو گئے اور کچھ کو مسجد سے گھسیٹ کر باہر لائے اور بازار میں لٹا کر ذبح کر دیا اِس خونی ہولی کے دوران پولیس اور اِنتظامیہ خاموش تماشائی بنی رہی بعض پولیس والوں سے شیعہ حملہ آوروں نے بندوقیں چھین لیں پولیس نے اُن کے حوالہ کر دیں جن سے قتلِ عام کے بعد اُن ہی پولیس والوں کو دہشت گردوں نے شکریہ کے ساتھ واپس کر دیں پھر بھی اہلکاروں نے کوئی کارروائی نہ کی جبکہ ایس ایس پی، ایس پی، ڈی ایس پی موقع سے بھاگ کھڑے ہوئے اور دُکانوں میں گھس کر شٹر گرا لیے اور دَبک کر بیٹھ گئے۔

اِس عظیم سانحہ کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی جس کے نتیجہ میں ایسی اِشتعالی لہر پورے ملک میں اُٹھی کہ اگر بروقت اَکابرینِ اہلِ سنت والجماعت کی قیادت نے دانشمندی اور بلند نظری سے کام نہ لیا ہوتا تو پورا ملک نذرِ آتش ہو جاتا۔

اب اگر حکومتِ وقت نے اَکابر کے حوصلہ اور ثابت قدمی کو قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا یا اِس کو کسی کمزوری پر محمول کر کے نظر اَنداز کرنے کی غلطی کی تو آنے والا کل بڑا تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے۔

حکومتِ وقت کو یہ حقیقت پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ اِس ملک کی اَسی فیصد آبادی اہل سنت والجماعت پر مشتمل ہے اہلِ تشیُّع اِس ملک میں مشکل سے پانچ فیصد بھی نہیں ہیں اِس کے باوجود ہر سال عاشورۂ محرم کے موقع پر پورے ملک میں جس طرح وہ اُدھم مچاتے ہیں وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔

عید الفطر اور عید الاضحیٰ جیسے اہم مذہبی تہواروں کی تعطیلات کے معاملہ میں ہماری حکومتیں اِنتہائی بخل سے کام لیتی ہیں اور بہانہ یہ بنایا جاتا ہے کہ کاروبارِ زندگی معطل ہو جانے سے اَربوں روپے کا نقصان ہو جاتا ہے جبکہ دُوسری طرف ایک حقیر اَقلیتی فرقہ کے خود ساختہ ماتمی جلوسوں کی خاطر بلا وجہ اہل سنت کی اَکثریت کو دو دِن کے لیے کاروباری سرگرمیاں بند کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے جس سے فی الواقع ملک کو اَربوں روپے کے خسارہ کے ساتھ ساتھ لڑائی جھگڑوں اور قتل و غارت گری سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ہر چھوٹی بڑی شاہراہ پر عوام الناس کی آزادانہ آمد و رفت بند کر دی جاتی ہے اور یوں عملاً پورے ملک کا بلا وجہ پہیہ جام کر دیا جاتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ اِن عادی شر پسندوں کے جعلی ماتمی جلوسوں کو اِس طرح تحفظ فراہم کیا جاتا ہے جیسے یہ پورا ملک ہی شیعوں کا ہو۔

راولپنڈی کے عظیم سانحہ کے بعد حکومت کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور قانون ساز اِداروں کو اپنی ذمہ داری کا اِحساس کرتے ہوئے فوری قانون سازی کے ذریعہ اِس حقیر سی اَقلیت کی دھینگہ مشتی کو لگام دیتے ہوئے تمام تعزیہ داری کے جلوسوں پر پابندی لگا دینی چاہیے اور سابقہ تمام لائسنس منسوخ قرار دے کر آئندہ کے لیے کسی بھی قسم کے لائسنس کے اِجراء کا قانون ختم کر دینا چاہیے۔

جلوس نکالنا عبادت نہیں ہے بلکہ شرارت ہے عبادت عبادت گاہوں میں ہوتی ہے سڑکوں پر نہیں، ملک کی اکثریت جو کہ اہلِ سنت والجماعت سے تعلق رکھتی ہے اُس کی ترجمانی کرتے ہوئے حکومت کو اہلِ تشیُّع پر یہ حقیقت پوری طرح واضح کر دینی چاہیے کہ یہ ملک رافضیوں کا نہیں ہے بلکہ ملک کی اکثریت اہل سنت والجماعت کا ہے لہٰذا یہ اَقلیت آئندہ اپنے مذہبی تہوار اپنی چار دیواری میں اَدا کریں

اور وہ بھی بغیر لاؤڈ سپیکر کے کیونکہ شیعہ ایک اِلزام تراش اور گلیر فرقہ ہے جو صحابہ کرام، اہل بیتِ عظام، اَزواجِ مطہرات پر اِلزام تراشیوں سے کام لیتے ہوئے گالیاں بکتا ہے بلکہ معاذ اللہ اُن کی تکفیر بھی کرتا ہے۔

خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اِرشاد ہے کہ میرے بارے میں (نبی علیہ السلام کی بیان فرمودہ مثال کے مطابق) دو قسم کے آدمی ہلاک ہو جائیں گے ایک وہ جو میری محبت میں حد سے تجاوز کرتے ہوئے مجھ سے ایسی باتیں منسوب کرے گا جو مجھ میں نہ ہوں گی، دُوسرا وہ جو مجھ سے بُغض رکھے گا مجھ سے عداوت اُس کو اِس درجہ بھڑکائے گی کہ وہ مجھ پر بہتان دھرے گا۔ (مُسندِ اَحمد بحوالہ مشکوۃ ص ۵۶۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیان فرمودہ نبی علیہ السلام کی پیشنگوئی پوری ہوئی ''خوارج'' نے آپ پر اِلزام دھرے اور ''روافض'' نے آپ کو حد سے بڑھا دیا اور حدیث کے مطابق دونوں کی آخرت برباد ہوگئی۔

حقیقت یہ ہے کہ عاشورہ محرم کا دِن ساری دُنیا میں اہلِ سنت والجماعت بلکہ یہود و نصاریٰ کے ہاں بھی ہزاروں سال سے یومِ نجات و شکر کی حیثیت سے متعارف چلا آرہا ہے اِس کی تفصیلات اَحادیثِ مبارکہ اور معتبر ترین کتب تاریخ میں بکثرت موجود ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے شمار فضائل میں ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اُن کو راہِ حق میں باطل سے لڑتے ہوئے مرتبۂ شہادت اِس بابرکت دِن میں حاصل ہوا جیسے کوئی رمضان المبارک یا جمعہ کے دِن میں شہید ہو جائے تو اُس کی وجہ سے معاذ اللہ رمضان المبارک یا جمعہ کا دِن منحوس نہیں ہو جاتا بلکہ اُس کی فضیلت برقرار رہتی ہے اور شہید کی شہادت کو چار چاند لگ جاتے ہیں، رافضیوں کا مصنوعی ماتم اور چیخ و پکار اِس دِن کی عالمی اور مسلّمہ فضیلت کو غبار آلود کر کے اہل اِنصاف کی آنکھوں میں دُھول نہیں ڈال سکتا۔

جب تک گلی بازاروں میں اِن کے جلسے جلوس ہوتے رہیں گے قتل و غارت گری کا سلسلہ ختم ہوتا نظر نہیں آتا اِس کا واحد حل یہی ہے اور اِنصاف کا بھی تقاضا ہے کہ حکومتِ وقت حالات کی نزاکت کا اِدراک کرتے ہوئے سڑکوں اور بازاروں میں مذہب کے نام پر ہونے والے ہر قسم کے جلسے جلوسوں پر ہمیشہ کے لیے پابندی لگا دے بصورتِ دیگر معمولی غفلت خطرناک ثابت ہو سکتی ہے اور عوام الناس

کے جذبات ایسی اِشتعالی شدت اِختیار کر سکتے ہیں کہ پھر سب بے بس تماشائی بن کر رہ جائیں اور خدانخواستہ ملک کسی نا قابلِ تلافی نقصان سے دو چار ہو جائے۔ عراق ، شام و لبنان کے عبرتناک حالات سب کے سامنے ہیں۔ **وما علینا الا البلاغ**

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُ الاقامہ (ہوسٹل) اَور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اَور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔ (ادارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرتِ اَقدس پیرومرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس ؒ کے مریدین اَور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اَللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدس ؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

نفس کی فناء اور اُس کی علامات ۔ زبان کا عمل اللہ کی یاد
''بات'' بھی اَمانت ہوتی ہے ۔ عمر بن عبدالعزیز ؒ کا تجارتی عدل
اِقامتِ جہاد بھی حاکم کا فریضہ ہے ۔ جھوٹے نبی کا دماغ ٹھکائی سے درست ہو گیا

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 76 سائیڈ B 1987 - 09 - 27)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حضرتِ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بڑے سمجھدار صحابی ہیں ،شروع شروع میں تو ایسی بعض باتیں ملیں گی جن میں رسول اللہ ﷺ نے اِنہیں تنبیہ کی ہو لیکن بعد میں اِنہوں نے علم حاصل کیا اور اِتنا زیادہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اِن کے فیصلوں پر اِعتماد کیا فتوؤں پر اِعتماد کیا اِن کو اِجتہاد کی اِجازت دی۔ یہ جب یمن جارہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اِن سے دریافت کیا کہ وہاں کوئی بات پیش آئے نئی تو کیا کروگے ؟ اِنہوں نے عرض کیا کہ میں کتاب اللہ میں دیکھوں گا،تو جتنا بھی قرآنِ پاک اُس وقت تک نازل ہو چکا تھا وہ یہ پڑھے ہوئے تھے اِنہیں معلوم تھا اور یاد بھی ہوگا حفاظ ہوتے تھے بکثرت۔ دریافت کیا رسول اللہ ﷺ نے کہ اگر قرآنِ پاک میں نہ ملے وہ چیز پھر ؟ تو اِنہوں نے کہا کہ جو میں

نے جناب سے سنا ہے، حدیثیں گویا پھر اُن میں وہ دیکھوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اُن میں بھی نہ ملے تو ؟ پھر اِنہوں نے عرض کیا کہ اَجْتَهِدُ بِرَأْيِي میں اپنی رائے سے پھر اِجتہاد کروں گا تو آقائے نامدار ﷺ نے اِنہیں منع نہیں کیا بلکہ اِجازت دی اور پسند فرمایا۔

تو ایسے صحابی جنہوں نے فتوئے اور فیصلے دیے ہوں اور رسول اللہ ﷺ نے اُن پر اِعتماد کیا یہ اُس درجہ کے صحابی ہیں۔ تو ایسے ہو جاتا ہے کہ ایک آدھ دفعہ غلطی ہو جائے تو وہ غلطی فائدے کا باعث بن جاتی ہے کہ پھر آدمی کو یہ اِحساس ہو جاتا ہے کہ مجھے معلومات کم ہیں معلومات مکمل کرنی چاہییں علم کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے تو اِن کا اِسی طرح ہوا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے اِن کی تعریف کی ہے اور فرمایا ہے اَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ حلال اور حرام کو جاننے والے سب سے زیادہ یہ معاذ ابن جبل ہیں۔

اِنہوں نے کچھ سوالات کیے۔

☆ ایک سوال یہ تھا کہ اِیمان میں افضل ترین کیفیت کیا ہے ؟ اِیمان لانے کے بعد اِنسان کی قلبی کیفیات بدلتی ہیں ایک کافر اور مومن میں بڑا فرق ہو جاتا ہے تو اِیمان قبول کرنے کے بعد کون سی چیز ایسی ہے کون سی کیفیت ایسی ہے کہ جو نمایاں بھی ہو سمجھ میں بھی آئے اور افضل بھی ہو، سب سے افضل۔

اِیمان کا اہم ثمرہ :

تو رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا اَنْ تُحِبَّ لِلّٰهِ وَتُبْغِضَ لِلّٰهِ کہ تم محبت کرو کسی سے تو خدا کے لیے اور بغض رکھو تو خدا کے لیے، اپنی ذات کے لیے نہ ہو۔ کسی میں نیکی کی اگر دیکھتے ہو صلاحیتیں اور کیفیت دیکھتے ہو اُس کی نیکی کی تو اُس سے محبت کرنے لگو اور وہی اگر برائی کرنے لگے تو دُور ہو جاؤ اور برا آدمی برائی کرے تو برا لگے اور جب وہی آدمی نیکی پر آجائے تو اچھا لگنے لگے تو معلوم ہوا کہ اُس آدمی سے نہیں ہے محبت نہ نفرت بلکہ اگر خدا کی اِطاعت کر رہا ہے کوئی بھی ہو تو وہ اچھا لگتا ہے اور خدا کی نافرمانی کر رہا ہے کوئی بھی ہو تو وہ برا لگتا ہے۔ تو اَنْ تُحِبَّ لِلّٰهِ وَتُبْغِضَ لِلّٰهِ خدا ہی کے لیے محبت اور خدا ہی کے لیے نفرت یہ رہ جائے یہ کیفیت ہو جائے دِل کی تو یہ ٹھیک ہے یہ اِیمان کی سمجھئے علامت۔

نفس کی فناء :

اور ویسے سوچا جائے تو اِس میں گویا اپنے نفس کی فناء ہوگئی اپنی ذات اپنی خواہش اپنا اِرادہ کچھ نہیں رہا نفی کر دی اُس نے، اپنے اِرادے سے جو محبت ہوتی ہے وہ تو بلا وجہ بھی ہوتی ہے اور اُس میں یہ ہوتا ہے کہ اُس آدمی کی برائی برائی نہیں لگتی اور برائی سامنے آتی ہی نہیں، یہ مُتَنَبِّیْ ایک (عرب) شاعر گزرا ہے بلند پایہ شاعر تھا اِس لیے اِس نے نبوت کا دعوی کر دیا کہ میرا معجزہ میرا کلام ہے تو اَشعار اُس کے بہت عمدہ ہیں بلا شبہ، آج تک بھی وہ اَشعار اُسی طرح اپنی جگہ بڑے معنی خیز بڑے لطیف جیسے دیوانِ غالب چلا آرہا ہے، یہ بڑے بڑے شاعر گزرے ہیں اِن کا کلام اور اِن کو بڑا کہنا وہ اِسی وجہ سے ہے کہ اِن کی دقتِ نظر اِن کی ذہنی پرواز بہت بلند ہے، اِسی طرح اِس کا بھی حال تھا۔

ٹھکائی سے ہی جھوٹے نبی کا دماغ درست ہوگیا :

لیکن نبوت کا دعوی تو کسی کا سنا ہی نہیں گیا چلا ہی نہیں ہے کسی کا بھی تو اِس کی بھی اِسی طرح سے مرمت ہوئی تو یہ تائب ہوگیا کہ نہیں نہیں میں نبی نہیں ہوں پھر یہ جانے لگا بادشاہوں کے پاس پہلے وزراء کی تعریف کرتا تھا بعد میں وزراء سے آگے وزرائے اعظم کی اور خود نواب یا بادشاہ کی بس اور اُس سے نیچے لوگوں کی تعریف کو یہ سمجھتا تھا کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے اپنی توہین سمجھتا تھا کہ یہ میرے معیار سے گری ہوئی چیز ہے تو اُس نے ایک شعر بھی کہا ہے

وَعَیْنُ الرِّضَا عَنْ کُلِّ عَیْبٍ کَلِیْلَۃٌ
وَلٰکِنَّ عَیْنَ السُّخْطِ تُبْدِی الْمَسَاوِیَا

یہ جو خوشی کی آنکھ ہے یعنی جس زمانے میں کوئی آدمی کسی سے خوش ہو اور تعلق رکھتا ہو تو یہ آنکھ جو ہے یہ ہر عیب دیکھنے سے عاجز ہوتی ہے عیب اِسے نظر ہی نہیں آسکتا اُس کی محبت جاگزیں ہے تو اُس کی برائی بھی کوئی بات نہیں، نظر انداز کرتا جاتا ہے۔

اور ناراضگی کی جو آنکھ ہوتی ہے وہ برائیاں دِکھاتی ہے کہ دیکھو اِس میں یہ خرابی ہے یہ خرابی ہے یہ خرابی ہے تو ناراضگی میں تو یہ ہوتا ہے کہ برائیاں نظر آئیں لیکن جس وقت اُس کو تعلقِ خاطر ہو اور محبت

ہو اُس وقت یہ نہیں ہوتا کہ برائیاں نظر آئیں تو جو عام رواجی تعلق ہے یا محبتیں ہیں وہ اِسی قسم کی ہیں اور اِس میں اپنے آپ کو دَخل ہے اپنی ذات کو دَخل ہے اپنے نفس کو دَخل ہے اور بعض جگہ نفس کو نہیں ہے فطری طور پر ہی ہے اَولاد کے بارے میں ہے جیسے کسی اور کے بارے میں جو عزیز واَقارب ہیں اُن کے بارے میں تو اِس میں نفس کو دَخل نہیں ہے فطری ہے ایک چیز۔ تو ایسی چیزیں اگر ہوں تو یہ اِنسان کی جان کو نفس کو اِس میں دَخل ضرور ہوگا۔

اپنی ''ذات'' کی نفی :

یہ جو اِرشاد ہے آقائے نامدار ﷺ کا اَنْ تُحِبَّ لِلّٰہِ وَتُبْغِضَ لِلّٰہِ کسی سے محبت ہو تو خدا کے لیے اور نفرت ہو تو خدا کے لیے، اِس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ذات کی اُس نے بیچ میں سے بالکل نفی کردی، رہ گیا اللہ تعالیٰ کی ذات اور اُس کا حکم اور اُس کا اِرشاد اور اُس کی اِطاعت، جو وہ کر رہا ہے اُس سے اِس کو اُلفت ہو جاتی ہے اُس کی قدر ومنزلت کرتا ہے اور جس میں اُس سے کوتاہی ہے اُس سے یہ دُور ہو جاتا ہے اور وہی آدمی نیکی کرنے لگے بس ٹھیک ہے پھر اچھا لگنے لگتا ہے اور اچھا آدمی برائی کی طرف چلا جائے تو یہ دُور ہو جاتا ہے اُس سے، تو معلوم ہوا کہ خود اپنے نفس کی نفی کا اِس میں دَخل ہے اِس لیے آقائے نامدار ﷺ نے اِس کو بڑا درجہ دیا کیونکہ یہ ہر آدمی کے بس کی بات نہیں ہے کہ اپنی ذات اور اپنے نفس کی نفی اور ''فطرت'' جو اللہ نے رکھ دی ہے اُس کے اِستعمال پر اِتنا کنٹرول ہو جائے یہ ہر آدمی کے بس کی بات نہیں ہے، یہ تو بہت خاص لوگوں کے لیے ہے تو آقائے نامدار ﷺ نے اِسے افضل ایمان قرار دیا بہت افضل اِیمان بہت بہتر اِیمان۔

زبان کا عمل اللہ کی یاد :

مزید اِرشاد فرمایا وَتُعْمِلَ لِسَانَکَ فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ اپنی زبان کو خدا کی یاد میں لگائے رکھو، جہاں فرصت ملے خدا کی یاد میں لگائے رکھو یہ تو زبان کا ہوا، زبان سے ذکر مددگار ہوتا ہے دِل سے یاد کرنے میں، ذکرِ لسانی اگر کرتا رہے اللہ تعالیٰ کا نام لیتا رہے تو قلب میں جو نام لیتا ہے اُس کو مدد پہنچتی ہے تو اَصل جو ہے وہ تو وہی (دل سے یاد کرنا) ہے۔ اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات میں میں نے ابھی کہیں

سنا ہے مجھے کوئی بتلا رہا تھا اُنہوں تحریر فرمایا ہے کہ دِل کے اِعتبار سے خدا کی معرفت جس کا نام ہے وہ صحابہ کرام کو تو رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھنے ہی سے حاصل ہوجاتی تھی، اِس دَور میں ہمیں دِقت ہوتی ہے محنتیں کرنی پڑتی ہیں دِل کو لانا پڑتا ہے خدا کی یاد کی طرف مائل کرنے کے لیے ترکیبوں سے یعنی دو ہی طریقے ہیں یا تو محبت ہوجائے تو پھر آدمی دِن رات اُسی کے ذکر میں لگا رہے گا کسی چیز سے مناسبت ہوجائے طبیعت اُس طرف چل پڑے تو دِن رات اُسی کا ذکر، اُسی میں لگا رہے گا۔

اور دُوسرا طریقہ یہ ہے کہ یاد میں زبانی لگ جاؤ اِتنی یاد کرو زبانی کہ وہ دِل میں چلی جائے تو اَب جو ہے طریقہ وہ یہ ہے کہ زبانی یاد اللہ کی اِتنی بتلائی جاتی ہے کثیر تعداد میں کہ وہ دِل پر اَثر انداز ہو، یہ اِختلاف ہے دَور کا زمانے کا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھنے ہی کی برکات ہوتی تھیں۔

عرض کیا اِنہوں نے وَمَا ذَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اور کیا چیز ہے اور بھی کوئی چیز ایسی علامت کے طور پر اِرشاد فرمائی جائے جن سے اِنسان یہ پہچان سکے کہ وہ کتنا کامیاب ہوا ہے خدا کی طرف آگے بڑھنے میں۔

لوگوں کے ساتھ معاملات، مثال سے وضاحت :

تو یہ اِرشاد فرمایا تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے وَتَکْرَہَ لَھُمْ مَا تَکْرَہُ لِنَفْسِکَ [1] یہ گویا معاملات داخل ہوگئے اِس میں۔ پہلی بات جو تھی وہ اپنی قلبی کیفیت اور دُوسرے کی بات اور یہ ایسی ہے کہ اِس میں دُوسروں کے ساتھ واسطہ پڑے معاملہ پڑے تو پھر کیا ہے ؟ مثال کے طور پر ایک آدمی کو کوئی مشکل پیش آئی ہے اور وہ مشورہ لینے آپ کے پاس گیا، آپ اُسے مشورہ جو دے رہے ہیں تو اُس میں یہ سمجھئے کہ میں اگر ایسی جگہ مبتلاء ہوتا تو کیا کرتا تو جب آپ یہ سمجھیں گے تو مشورہ اُسے اور طرح کا دیں گے اور دلچسپی سے دیں گے اور اگر یہ نہیں سمجھیں گے تو پھر یہ بات نہیں ہوگی نہ دلچسپی سے دیں گے اور نہ ثواب حاصل ہوگا تو وَتَکْرَہَ لَھُمْ مَا تَکْرَہُ لِنَفْسِکَ لوگوں کے لیے ناپسند بھی وہی کرو جو اپنی ذات کے لیے ناپسند کرتے ہو تو کسی کو مشورہ جب دینا ہو تو اُس میں یہی ہے کہ دیانت داری ہو لازمی۔

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ٤٦

''بات'' بھی اَمانت ہوتی ہے :

اور دُوسری جگہ آیا ہے حدیث شریف میں اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ جس سے مشورہ کیا جائے وہ اَمین ہے اَمانت گویا اُس کے پاس آرہی ہے یہ باتیں وہ سن رہا ہے تو یہ اَمانت ہوتی جارہی ہیں اور جواب جودے گا صحیح دینا پڑے گا اُسے ورنہ خیانت ہوجائے گی کیونکہ اُس نے ایک چیز اپنی بتائی ہے اور آپ سے وہ چاہتا ہے مشورہ تو آپ اُس کی بات کی حفاظت بھی کریں گے اور مشورہ بھی صحیح دیں گے ورنہ خیانت ہوجائے گی۔

ایک اِس میں تھوڑا سا فرق اور بھی ہے تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَتَكْرَهَ لَهُمْ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ اِس میں یہ نہیں فرمایا کہ تُحِبَّ لِلْمُسْلِمِ مسلمان کے لیے تم پسند کرو بلکہ اِس میں ''لِلنَّاسِ'' کا لفظ ہے اور ''نَاسٌ'' کا لفظ جو آیا ہے وہ عام آیا ہے ﴿ قُلْ یٰاَیُّهَاالنَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا﴾ اے اِنسانو! میں تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں خدا کی طرف سے تو ''نَاسٌ'' کا لفظ جو ہے وہ مسلمان کو بھی شامل ہے غیر مسلم کو بھی شامل ہے تو جس وقت (حضرت معاذؓ کو یمن) بھیجا جارہا ہے اُس وقت کے سوالات و جوابات ہیں ورنہ یہ (بھی ہوسکتا) ہے کہ آقائے نامدار ﷺ کو اللہ کے طرف سے (بذریعہ کشف و اِلہام) یہ اَنداز ہوگیا ہوگا کہ یہ کسی جگہ حکومت کریں گے۔ حکومت ایک تو ہوتی ہے صدر بننا، ایک گورنر بننا بھی تو حکومت ہی ہے اور پہلے زمانے میں گورنر زیادہ بڑی طاقت ہوتی تھی کسی کو گورنر بنانے کے بعد ہٹانا جو ہے وہ آسان کام نہیں تھا مشکل کام ہوتا ہے ممکن ہے نہ ہٹے فوج بھی اُس کے تحت تھوڑی بہت ہوتی تھی اور بڑھا وہ سکتا تھا اَثرات اُس کے ایسے ہوتے تھے۔

تو آقائے نامدار ﷺ نے اِنہیں بھیجا یمن حاکم بنا کر تو آپ کو اَنداز ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ اِن سے اللہ تعالیٰ یہ کام لیں گے اُس میں یہی ہے کہ اُس کو سب آدمیوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے اور قرآنِ پاک میں ہے ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ﴾ اِنسان کو ہم نے قابلِ اکرام بنایا ہے اِسی واسطے کافر مرجائے گا اگر تو اُس کی ناک کان کاٹنا مُثلہ کرنا بدنما کرنا اُس کی اِجازت شریعت نے روک

دی پہلے زمانے میں ایسی ہوتی تھی حرکتیں اَب شریعت نے منع کر دیا، یہ نہیں کرنا تو بنی آدم فرمایا اِنسانوں کو اور ﴿ کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ﴾ لوگوں کے لیے۔

حاکم پر کافر سے اِنصاف بھی فرض ہے :

اور یہ جو حکمران ہوگا یہ بھی لِلنَّاسِ ہوگا مسلمان بھی ہوں گے اور غیر مسلم بھی ہوں گے اور ہوسکتا ہے مسلمان تھوڑے ہوں غیر مسلم زیادہ ہوں، جب علاقے فتح ہو رہے تھے اُس زمانے میں مسلمانوں کی تعداد تھوڑی اور غیر مسلموں کی تعداد بہت زیادہ تھی تو یہ نہ ہو کہ تم اُن سے کوئی کام لو کوئی ڈیوٹی اَنجام دینے کو کہو اُن سے اور ایسی ڈیوٹی اور ایسی مشکل میں اُن کو ڈال دو کہ جو تم خود نہ کر سکتے ہو ایسے نہ کرنا، یہ کیا ہے ؟ یہ رعایا کے ساتھ ظلم ہو جاتا ہے اور حاکم پر فرض ہے کہ رعایا کی رعایت کرے اور اُس کا فرض ہے کہ اُن کو اَمن پہنچائے اِنصاف پہنچائے اُن کی ضرورتوں کو فورًا پورا کرے کیونکہ خدا نے اُسے اِتنے وسائل دیے ہیں اِتنی طاقت دی ہے کہ وہ یہ کرسکتا ہے لہٰذا اُس کا فرض ہو گیا۔

اِقامتِ دین و جہاد بھی حاکم کا فریضہ ہے :

اِقامتِ دین بھی فرض ہے جتنے فرائض ہیں سب پورے کرائے وہ لوگوں سے اور وہ کرا سکتا ہے تو کیسے نہیں کرے گا یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ چاہے اور نہ ہو۔ اور جہاد کا فریضہ اِقامتِ فریضۂ جہاد یہ حاکم کے ذمہ ہے اور آپ ذرا غور کرتے جائیں جب سے یہ کوتاہی ہونے لگی ہے زوال ہی ہوا ہے اور قرآنِ پاک میں ﴿ قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَةً ﴾ جو تمہارے قریب کافر ہیں اُن سے لڑو اگر نہ مانیں باز نہ آئیں معاہدہ شکنی کریں وغیرہ وغیرہ تو لڑو ﴿ وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَةً ﴾ اور اُن کے لیے تمہارے اَندر سختی ہونی چاہیے، بالکل نرم بالکل حلوا ایسے نہ ہوں بلکہ تمہارے اَندر وہ سختی پائیں جب تمہیں جھانکیں دیکھیں تو پائیں کہ سخت ہیں تو سیدھے رہیں گے ورنہ وہ چکر بازی میں لگ جائیں گے۔

ہمارے ہاں کے بڑے، ہندوؤں سے ڈریں :

تو ہمارے یہاں تو اِتنا اَفسوسناک حال ہے کہ ہمارے بڑے بڑے یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان بڑی طاقت ہے ہم اُس کے مقابلے میں بہت چھوٹی طاقت ہیں ہم اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو یہ باتیں تو ویسے بھی غلط ہیں چاہے نہ کر سکتے ہوں پھر بھی نہیں کہتا کوئی، پھر بھی کہتا ہے کہ اچھا دیکھا جائے گا یہ کہنے کی باتیں ہیں۔ اور اِسلام والے تو کہہ ہی نہیں سکتے ایک اور دو کا تو مقابلہ ہے ہی ہے اُس میں تو جیت ہے ہی ہے کوئی بات ہی نہیں جبکہ عملاً ایسے ہے کہ ایک اور دس ایک اور بیس کا بھی مقابلہ ہو تو کامیابی ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے کامیابی دی ہے لیکن ظلم نہ ہو اور نیت جہاد کی ہو خداوندِ قدوس کی ذاتِ پاک کے لیے ہو تو پھر ہے جہاد۔ تو اِرشاد فرمایا کہ تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ جب رعایا بن جائے تو پھر اُس پر زیادتی نہیں کی جا سکتی ظلم نہیں کیا جا سکتا سمجھ لو کہ اگر میں ہوتا تو کیا ہوتا اور کتنا کام کر سکتا تھا بس اُتنا کام اور اُتنی ڈیوٹی اُن سے لی جائے۔

عدل پر مبنی تجارتی پالیسی :

میں نے آپ کو بتایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں کچھ اَشیائے ضرورت جو تھیں وہ مہنگی ہو گئیں اُن سے کہا گیا کہ یہ کیا بات ہے ؟ تو اُنہوں نے کہا کہ مجھ سے پہلے جو گزرے ہیں وہ غیر مسلم رعایا کو جو سبزی ترکاری دالیں یا جو بھی چیز وہ لاتے تھے اُن کو مجبور کرتے تھے کہ سستی بیچیں تو اُنہیں نفع کم سے کم ہوا بہت تھوڑا نفع اور مسلمان زیادہ لے لیتے تھے نفع تو میں اُنہیں (کفار کو) مجبور نہیں کرتا۔ اِس کا بڑا اَثر پڑتا ہے اور اِس کا اَثر یہ ہوتا ہے کہ معاملات جب اچھے ہوں تو مسلمان ہوتے چلے جاتے ہیں تو قرآنِ پاک میں تو یہ ہے۔

اور جہاد کا فریضہ ہے اور اُس کی تیاری جبکہ ہمارے یہاں اِس سے بالکل غفلت، سوئے ہوئے ہیں یہاں کوئی بھی آئے اور اپنے پنجے جمالے تو جو آج ہمارا حال ہے اِسی طرح ہم رہیں گے کل بھی، کیونکہ لڑ سکتے ہی نہیں ٹریننگ ہی کوئی نہیں، وجہ ؟ نافرمانی خدا کے حکم کی، اللہ نے تو کہا ہے

﴿وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ﴾ جو تمہاری طاقت ہوسکتی ہے تیاری کرو اور جو طاقت ہے وہ کافی ہے یعنی عوام اگر ٹرینگ یافتہ ہوں اور جذبات اُن میں جہاد کے ہوں کوئی رُخ نہیں کر سکتا اور ہندوستان سارا ڈرے گا خود بخود ڈرے گا کہ یہ بالکل تیار ہیں اور ایک بلا ہیں یہ چمٹ گئے تو پیچھا چھڑانا مشکل ہوگا۔ تو یہ نہیں ہے کہ بمباری یا ہوائی جہاز جس کے پاس ہیں بس وہ جو چاہے کر لے ہرگز ایسے نہیں کیونکہ آخر میں قبضہ جمانا تو پھر فوج ہی کرتی ہے اور سب فوجی ہو جائیں اگر تو (دُشمن کی) فوج کیا کرلے گی، نہیں جما سکتے کوئی بھی نہیں رہ سکتا۔ اُن کے پاس فوج ہے شاید نو لاکھ یا کتنے ہیں یہ کوئی چیز ہی نہیں اگر یہاں کے آدمی سات کروڑ ٹرینڈ ہوں تو نو لاکھ فوج قبضہ نہیں جما سکتی اور نو لاکھ کے نو لاکھ آ بھی نہیں سکتے یہاں اُنہیں اپنے لیے بھی تو چاہیے وہاں رکھنے کے لیے، یہ کوئی ڈرنے کی چیز ہی نہیں اور بمباری سے قبضہ نہیں ہوتا قبضہ کرنے کے لیے تو بہرحال فوج ہی جائے گی یا اُس سے نیچے کے جو اور ہوتے ہیں رینجرز وغیرہ اِس طرح کے وہ جائیں گے۔ بہرحال ہماری بہت بڑی کوتاہی ہے فریضۂ جہاد سے غفلت، وہ افغانی اور قبائلی یہ تیار تھے کسی حد تک نشانہ بازی وغیرہ میں اور چھوٹے ہتھیاروں سے ایک جگہ جمے رہے، اِتنے مضبوط ہیں کہ اُن (رُوسیوں) پر اَثر اَنداز ہو رہے ہیں یہ اگرچہ شہروں پر قبضہ نہیں کر سکتے اور گوریلہ لڑائی میں کبھی نہیں ہوتا شہروں پر قبضہ مگر گوریلہ لڑائی کی کامیابی یہ ہے کہ شہر کے علاوہ اُن کا قبضہ نہ ہونے پائے، شہر سے جب وہ نکلیں تو وہ غیر محفوظ ہیں تو یہ گوریلہ لوگوں کی کامیابی ہے تو یہ کامیابی اِنہیں میسر ہے اور اِن کے جذبات جہاد کے جذبات ہیں اور اللہ تعالیٰ برکت دے دے تو (رُوس پر) کامیاب ہو جائیں گے بالکل۔

تو اِیران میں اُس (خُمینی) نے تیار کیا لوگوں کو، اَب ہر آدمی وہاں لڑنے والا ہے چھوٹے چھوٹے بچے جو قریب البلوغ ہیں بالغ بھی نہیں ہیں وہ بھی لڑتے ہیں اور تیار ہیں اور پہرے دیتے ہیں اور مرتے ہیں اُن کے عقیدے کے اِعتبار سے شیعیت کے باوجود بھی بقول اُن کے جذبۂ جہاد ہے مگر اُن کی طرف کوئی طاقت رُخ نہیں کر سکتی بہت بڑی طاقت ہے امریکہ کی بھی رُوس کی بھی مگر ہوا کرے یہ نہیں ہوسکتا کہ اِدھر کی طرف رُخ کرلیں وہ اِن پر قبضہ جمانے کا سوچ لیں یہ نہیں تاوقتیکہ اِن میں

پھوٹ نہ ڈالیں اور کوئی چیز ایسی نہ کریں اُس سے پہلے وہ نہیں کر سکتے جب تک یہ متحد ہیں چونکہ وہ ساری قوم تیار ہے۔

آقائے نامدار ﷺ نے مسلمان حکمران کو یہ بتلایا کہ وہ یہ سوچ لے کہ کتنی طاقت ہے اِن میں یہ برداشت کر سکیں گے یا نہیں اُتنا ہی کام اُن سے لے تو اُس کا اَثر پڑتا ہے اگر عدل ہو تو حکومت چلتی رہتی ہے اور ظلم ہو تو پھر نہیں چل سکتی لوگوں کی حمایت بھی نہیں رہتی دِلوں سے ہٹ جاتی ہے رُعب بھی ہٹ جاتا ہے اور بالآخر قدرت جو کرتی ہے نظام اپنا قائم تو اُس کے نتیجہ میں وہ حکمران چلتا ہوتا ہے، حکومت نہیں چل سکتی۔

تو آقائے نامدار ﷺ نے اِیمان کی علامتوں میں سے ایک یہ بتلائی کہ تُحِبَّ لِلّٰہِ وَ تُبْغِضَ لِلّٰہِ خدا ہی کے لیے محبت اور بغض ہو اور یہ کہ اپنی زبان کو خدا کی یاد میں لگائے رکھو۔

اور پھر دُوسری بات دریافت کی تو اِرشاد فرمایا کہ لوگوں کے لیے وہ پسند کرو جو اپنے لیے اور وہی ناپسند کرو جو اپنے لیے ناپسند کرو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِتباعِ سنت کی توفیق دے، دین کو سمجھنے کی توفیق دے اور عمل کی توفیق دے اور قبولیت سے نوازے، آمین۔ اِختتامی دُعا.............

۞ ۞ ۞

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اَور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اَپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اَور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۶۸ (آخری)

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

پاکستان میں آئینِ اِسلامی کا نفاذ

اُس کا طریقہ ، اُس کے فوائد

پاکستان میں اِسلامی آئین کے نفاذ کی نہایت آسان صورت یہ ہے کہ عدلیہ کے متوازی قاضی القضاۃ اور دیگر قاضی مقرر کیے جائیں۔ قاضی القضاۃ سپریم کورٹ کے درجہ کے ہوں گے اُس سے نیچے ہائی کورٹ کے درجہ کے اور اُن سے نیچے سیشن جج کے اور اُن سے نیچے مجسٹریٹ درجہ اَوّل کے ہم عہدہ ہوں گے۔

ہر اُس جگہ جہاں مجسٹریٹ ہوتے ہیں ایک یا دو قاضی مقرر ہوں اور حدودِ مملکتِ پاکستان میں مدعی کو اِختیار دیا جائے کہ وہ چاہے شرعی فیصلہ لے لے اور اپنا قضیہ قاضی کے سامنے پیش کرے اور چاہے ملکی قانون (تعزیراتِ پاکستان) کے تحت فیصلہ لے۔

شیعہ حضرات بھی اگر پسند کریں تو اُن کا قاضی بھی مقرر کر دیا جائے جو اُن کی فقہ جعفری کے مطابق فیصلے دے جس پر کہ اکثر شیعہ متفق ہیں۔

فوائد :

(۱) خداوندِ قدوس کا دیا ہوا قانون نافذ ہوگا تو رضاءِ خداوندی کے ساتھ وہ برکات حاصل ہوں گی جو اُن تمام ممالکِ اِسلامیہ کو حاصل ہیں کہ جہاں شرعی قوانین جاری ہیں۔

(۲) لوگوں کو جان و مال اور عزت کا کامل تحفظ حاصل ہوگا۔

(۳) سیاسی فائدہ یہ حاصل ہوگا کہ پورے پاکستان کے تمام مخلص علماء بشمولیت جمعیۃ علماء اِسلام وغیرہ اِس بات کے بعد حکومت کے دِل سے معاون اور خیر خواہ ہو جائیں گے اِس طرح حکومت کو اِستحکام حاصل ہوگا اور نیک نامی کے اِعتبار سے یہ وہ کارنامہ ہوگا جو ہمیشہ زندہ جاوید رہے گا اور جسے قیامِ پاکستان سے اب تک کوئی بھی اَنجام نہیں دے سکا۔

مجموعہ مقالاتِ حامدیہ

قرآنیات

عالمِ ربانی محدثِ کبیر

حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ مدنیہ جدید و خانقاہِ حامدیہ

و اَمیر مرکزیہ جمعیت علمائے اِسلام

نظرِ ثانی وعنوانات

شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مد ظلہم

باہتمام

خانقاہِ حامدیہ ۱۹ رکلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے ''مجموعہ مقالاتِ حامدیہ'' کا پہلا حصہ جو ''قرآنیات'' سے متعلق ہے شائع ہو کر مارکیٹ میں آچکا ہے، رعایتی قیمت : ۸۰ روپے

(رابطہ نمبر : 0333-4249-302)

پردہ کے اَحکام

قسط : ۲۸

﴿ اَز افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانویؒ ﴾

شہوت بالا مارِد کی اِبتداء :

یہ ناپاک فعل سب سے پہلے قومِ لوط میں رائج ہوا اُن سے پہلے آدمیوں میں اِس کا وقوع نہ ہوا تھا چنانچہ لوط علیہ السلام نے اُن سے فرمایا ﴿ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ گو حیوانات میں بعض کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اُن میں پہلے سے اِس کا وقوع تھا کتبِ سیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعلِ بد (خبیث) قومِ لوط نے خود بھی نہیں اِیجاد کیا تھا بلکہ شیطان نے اُن کو سکھایا تھا یہ فعل ایسا خبیث ہے کہ اِنسان کا نفس باوجود اَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ ہونے کے اِس کی طرف خود منتقل نہیں ہوا بلکہ شیطانِ خبیث نے اِس کی طرف قومِ لوط کو متوجہ کیا جس کا قصہ اِس طرح کتابوں میں لکھا ہے کہ شیطان خوبصورت لڑکے کی شکل میں ایک شخص کے باغ میں سے اَنگور توڑ توڑ کر کھایا کرتا تھا، باغ والا اُس کو دھمکاتا مارتا تھا مگر یہ باز نہ آتا۔ ایک دِن اُس نے تنگ آ کر کہا کہ کمبخت تو نے میرے باغ کا پیچھا کیوں لیا ہے سارے درخت برباد کر دیے تو مجھ سے کچھ روپے لے لے اور میرے باغ کا پیچھا چھوڑ دے۔ شیطان نے اَمرد (حسین لڑکے کی) صورت میں کہا کہ میں اِس طرح باز نہیں آؤں گا، اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے درختوں کا ناس نہ کروں تو جو بات میں کہوں اُس پر عمل کرو، اُس نے کہا وہ کیا بات ہے ؟ اِبلیس نے اُس کو یہ فعل تعلیم دی کہ میرے ساتھ یہ فعل کیا کر پھر میرے تیرے باغ کو چھوڑوں گا چنانچہ پہلی بار تو اُس نے جبرًا وقہرًا اپنے باغ کے بچاؤ کے لیے یہ فعل کیا پھر خود اُس کو مزا پڑ گیا وہ اُس کی خوشامدیں کرنے لگا کہ تو روز آیا کر اور جتنے اَنگور چاہے کھا لیا کر پھر اُس نے دُوسرے آدمیوں کی اِس کی اِطلاع دی اور لوگ بھی یہ فعل کرنے لگے پھر کیا تھا عام رواج ہو گیا۔

اِس کے بعد تو شیطان غائب ہو گیا لوگوں نے لڑکوں کے ساتھ یہ فعل کرنا شروع کر دیا،

خدا تعالیٰ کو یہ فعل بہت ہی نا گوار ہے چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنی قوم کو اِس فعل سے روکو ورنہ سخت عذاب آئے گا، اُنہوں نے بہت سمجھایا مگر وہ باز نہ آئے، آخر عذاب نازل ہوا اور سب کے سب تباہ ہوگئے۔ حق تعالیٰ نے قومِ لوط پر جو سنگین عذاب نازل کیا ہے وہ سب کو معلوم ہے کہ اُس کی نظیر نہیں ملتی۔ اِسی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ فعل کیسا سنگین ہے کیونکہ کفر تو تمام کفار میں مشترک تھا لیکن عذاب کی نوع (قسم) کا مختلف ہونا بظاہر خصوصیتِ اَفعال ہی کی وجہ سے تھا۔ (الکمال فی الدین ص ٢٦٨ ملحقہ دین و دُنیا)

شہوت بالا مارِد کی قباحت و خباثت :

شہوت بالرجال شہوت بالنساء سے بھی اَشد (زیادہ سخت) ہے کیونکہ عورتوں میں محارِم کے ساتھ اِبتلاء کم ہوتا ہے اکثر غیر محارِم سے ہوتا ہے، سو وہ کسی نہ کسی وقت تمہارے لیے حلال بھی ہوسکتی ہے اگر وہ کنواری ہے تو اُس وقت نکاح کا پیغام دیا جا سکتا ہے اور اگر شوہر والی ہے تو ممکن ہے شوہر مر جائے یا طلاق دے دے تو پھر تم اُس سے نکاح کر سکتے ہو۔ بہر حال اُس میں حلت کی توقع ہے گو کسی وقت ہو اور گو توقع ضعیف ہی ہو مگر اَمردوں کا حلال ہونا تو کسی وقت بھی متوقع نہیں بلکہ بعضے گناہ تو ایسے ہیں کہ جو جنت میں جا کر گناہ نہ رہیں گے مثلاً شراب پینا دُنیا میں گناہ ہے لیکن جنت میں شراب ملے گی اور شہوت بالرجال ایسا خبیث فعل ہے کہ جنت میں بھی اِس کا وقوع نہ ہوگا۔

پس یہ زنا اور شراب خوری سے بھی بدتر ہے بلکہ شراب میں تو جو کچھ حرمت ہے، سکر (نشہ) کی وجہ سے ہے۔ اگر کسی تدبیر سے شراب کا سکر زائل ہو جائے مثلاً سرکہ بن جائے تو بعینہٖ اُس کا پینا حلال ہو جاتا ہے لیکن شہوت بالامرد کی خباثت لذاتہٖ ہے یہ کسی طرح بھی زائل نہیں ہوسکتی۔ پس یہ فعل حرمت میں سب سے بڑھا ہوا ہے کہ اِس میں کسی طرح بھی حلت کی گنجائش نہیں ہے۔ خوب سمجھ لیجیے کہ اِس منحوس عمل سے باطنی عذاب بھی نازل ہوتا ہے، قلوب مسخ ہو جاتے ہیں اور ظاہری بلائیں بھی نازل ہوتی ہے، خدا سب مسلمانوں کو اِس سے نجات دے، آمین۔ (الکمال فی الدین ص ٢٧٤)

شہوت بالا مارِد میں اِبتلاءِ عام :

شہوت بالا مارد شہوت بالنساء سے بھی اَشد ہے، آج کل اَمردوں کے ساتھ اِبتلاء عام ہو رہا ہے جس کی چند وجوہ ہیں :

(۱) اَوّل تو عورتوں میں قدرتی حیا کا مادّہ زیادہ ہوتا ہے اِس لیے اِن سے اِظہارِ شہوت کی جرأت ذرا دِقت (دُشواری) سے ہوتی ہے اور لڑکوں میں حیا کا مادّہ کم ہوتا ہے۔

(۲) دُوسرے عورتوں کی حفاظت بہت کی جاتی ہے اُن کے پاس پہنچنا آسان نہیں اور جو کوئی پہنچ بھی جاتا ہے اُس کی رُسوائی جلد ہی ہو جاتی ہے اور بچوں کی کچھ حفاظت بھی نہیں کی جاتی اُن کا کسی سے پردہ نہیں ہوتا۔

(۳) تیسرے اِس سے اِتہام (بدنامی) کم ہوتی ہے۔ بچوں کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا جاتا ہے اور شہوت سے بھی۔ اب اگر کسی کے بچہ کو پیار کریں تو سب لوگ یہ سمجھیں گے کہ اِن کو بچوں پر شفقت زیادہ ہے، شہوت کی کسی کو کیا خبر۔ اِن وجوہ سے آج کل اَمارد (حسین خوبصورت لڑکوں) کے ساتھ اِبتلاء بہت زیادہ ہے۔ (دین ودُنیا ص ۲۶۸)

عشق یا فِسق اور شہوت بالقلب :

میری سمجھ میں یہ ہرگز یہ نہیں آتا کہ لڑکوں سے کسی کو عشق ہوتا ہو۔ آج کل لوگوں نے فسق کا نام عشق رکھ لیا ہے اور اگر ہزار میں کسی ایک کو عشق ہو جائے تو اُس کو عشق پر تو ملامت نہ کی جائے گی مگر اِس کے بعد جو اَفعال اُس سے صادِر ہوتے ہیں اُن پر ملامت کی جائے گی کیونکہ وہ اِختیاری اَفعال ہیں حتیٰ کہ اُس کا تصور کرنا اور تصور سے لذت لینا یہ بھی اِختیاری ہے جس کا چھوڑنا واجب ہے۔ اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ اِس حالت میں محبوب سے بعد میں (یعنی دُور رہنے میں) نفع کو بہت زیادہ دخل ہے۔ تباعُد (یعنی علیحدہ اور دُور رہنے) سے اَکثر یہ مرض خفیف ہو جاتا ہے۔ اِس باب میں سالکین کو خصوصًا اور تمام مسلمانوں کو عمومًا سخت اِحتیاط کرنا چاہیے۔

لفظ ''لواطت'' کا اِستعمال درست نہیں :

یہ فعل ایسا خبیث ہے کہ جو اِس کا اِرتکاب کرتا ہے وہ تو بدنام ہوتا ہی ہے مگر اِس سے بڑھ کر ستم یہ ہے کہ جس نبی کی اُمت نے اِس فعل کا اِرتکاب کیا ہے آج اُس نبی کی طرف لفظاً نسبت کرنا لوگوں میں باعثِ ننگ ہوگیا یعنی کوئی شخص اپنے لیے یہ گوارہ نہیں کرتا کہ اُس کو لوطی کہا جائے حالانکہ لفظ لوطی میں یاء نسبت ہے اور لوط علیہ السلام (پیغمبر کا) نام ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ محمدی ﷺ اور موسوی اور عیسوی اور یوسفی۔ اگر لوط علیہ السلام کی قوم نے یہ فعلِ بد نہ کیا ہوتا تو آج لوطی لفظ باعثِ فخر ہوتا جیسا کہ دیگر اَنبیاء کی طرف نسبت کرنا باعث فخر ہے مگر اِس کم بخت قوم نے اپنے نبی کے نام کو بھی نہ چھوڑا۔

مجھے تو اِس فعل کے لیے لفظ ''لواطت'' کا اِستعمال بہت ہی ناگوار معلوم ہوتا ہے کیونکہ لواطت کا لفظ لوط علیہ السلام کے نام سے بنایا گیا ہے تو ایسے گندے کام کا نام نبی کے نام سے مشتق کرنا بہت ہی نازیبا ہے جس نے یہ لفظ اِیجاد کیا بہت ہی ستم کیا۔ میرے نزدیک یہ لفظ عربیت میں دخیل اور مولد ہے فصحائے عرب کے کلام میں اِس کا اِستعمال نظر سے نہیں گزرا۔

عربی میں اِس کے لیے اِتْیَانٌ فِی الدُّبُرْ کا لفظ معلوم ہوتا ہے یا اور کوئی بھی لفظ بہرحال لواطت کا لفظ قابلِ ترک ہے اور میرے نزدیک اَغلام کا لفظ بھی مولد ہے عربی فصیح میں اِس کا بھی اِستعمال نہیں ہے، یہ سب بعد کے گھڑے ہوئے ہیں۔ (الکمال فی الدین ص ۱۷۱)

شہوت کی اَقسام

اچھا کھانے اور فضول باتوں کا نشہ :

ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ شہوت عورتوں اور لڑکوں ہی کے تعلق میں منحصر نہیں بلکہ لذیذ غذاؤں کی فکر میں رہنا بھی شہوت ہے۔ عمدہ لباس کی دُھن میں رہنا بھی شہوت ہے، ہر وقت باتیں بگھارنے کی عادت ہونا بھی شہوت ہے اور اِن سب شہوتوں سے نفس کو روکنا یہ بھی صبر عن الشهوة میں داخل ہے۔ آج کل لوگوں کو باتیں بنانے کا بہت مرض ہے بس جہاں کام سے فارغ ہوئے مجلس

آرائی کر کے فضول باتیں کرنے لگے۔ میں صرف عوام کی شکایت نہیں کرتا بلکہ میں علماء و مشائخ کو بھی مجلس آرائی سے منع کرتا ہوں کیونکہ یہ مرض اُن میں بھی بہت ہے۔

عشاء کے بعد کی مجلس :

بعض مشائخ کے یہاں عشاء کے بعد بھی مجلس آرائی ہوتی ہے جس سے خواہ مخواہ نیند برباد ہوتی ہے اگر شیخ کے معمولات میں اِس سے فرق بھی نہ آتا ہو۔ تاہم سب اہلِ مجلس یکساں نہیں ہوتے اِن میں سے بعض صبح کی نماز غائب کر دیتے ہیں پھر یہ بھی نہ ہو تو بلاضرورت باتیں بنانا ظلمتِ قلب کا سبب ہے، یہی بڑا کافی نقصان ہے۔ اِس تقریر سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ شہوت میں شہوت رجال و نساء و شہوتِ لباس و شہوتِ طعام شہوتِ کلام بھی داخل ہے اور شہوت و غضب کا روکنا بھی صبر ہے۔

صبر عن الشھوۃ گو فی نفسہ دُشوار ہے مگر جب آدمی اِس کا اِرادہ کرتا ہے تو آسانی شروع ہو جاتی ہے حتی کہ پھر کبھی دُشواری نہیں ہوتی۔ (دین و دُنیا ص ۲۸۱)

بدنگاہی کا مرض کیسے پیدا ہوتا ہے :

یہ مرض اَوّل جوانی میں پیدا ہوتا ہے بلکہ سب گناہوں کی یہی شان ہے کہ اَوّل جوانی میں تقاضے کی وجہ سے کیا جاتا ہے پھر وہ مرض اور روگ لگ جاتا ہے جیسے حقہ کو اَوّل کسی مرض کی وجہ سے پینا شروع کیا جاتا تھا مگر پھر یہ مرض لگ جاتا ہے اور شغل ہو جاتا ہے لیکن جوان اور بوڑھے میں فرق یہ ہے کہ جوان آدمی معالجہ کے لیے کسی سے کہہ بھی دیتا ہے اور بوڑھا آدمی شرم کی وجہ سے کسی سے کہتا بھی نہیں اِس کے مخفی رکھنے کی وجہ سے اِس میں کثرت سے اِبتلاء ہے۔ (دعواتِ عبدیت ۵/۷۵)

بدنگاہی سے بچنے کی تدبیر :

شیطان اَوّل تو اچھی نیت سے دِکھلاتا ہے۔ چند روز کے بعد جب محبت جاگزیں ہوتی ہے تو پھر نگاہ کو ناپاک کر دیتا ہے تو ضروری اَمر یہ ہے کہ علاقہ (تعلق) ہی نہ کرو اور علاقہ ہوتا ہے نظر سے، لہٰذا نظر ہی نہ کرو۔ غالبًا حدیث میں ہے یا کسی بزرگ کا قول ہے اَلنَّظْرُ سَھْمٌ مِّنْ سِھَامِ اِبْلِیْسَ (نظر کرنا اِبلیس کے ہتھیاروں میں سے ایک ہتھیار ہے)۔

یہ نظر ایسی چیز ہے کہ اِس کا اَثر پیدا ہونے کے بعد بھی مدت تک یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ ہم کو تعلق ہو گیا ہے بلکہ جب کبھی محبوب جدا ہوتا ہے اُس وقت قلب میں ایک سوزش سی پیدا ہوتی ہے اُس وقت معلوم ہوتا ہے کہ تعلق ہو گیا۔ اور جس قدر یہ سوزش بڑھتی ہے خدا کی محبت کم ہو جاتی ہے اور اِس سے خدا تعالیٰ کو بہت غیرت آتی ہے۔ (دعواتِ عبدیت الاتعاظ ۱۲۲/۹)

بدنگاہی چھوڑنے کے لیے آسان علاج :

جب اِس لغو کی عادت پڑ جاتی ہے تو کم ہمتوں سے بڑی مشکل سے چھوٹتا ہے۔ ہاں اگر ہمت کی جائے اور پختہ قصد کرے تو چھوٹ بھی جاتا ہے کیونکہ بعض گناہ تو ایسے ہوتے ہیں کہ اُن میں ایک حد تک مجبوری ہو سکتی ہے جیسے غریب آدمی کا رشوت لینا کہ اگر نہ لے تو بظاہر اُس کے کام اَٹکتے ہیں اور اِس میں تو کوئی ایسی مجبوری بھی نہیں کہ کوئی کام اِس پر اَٹکا ہوا ہو۔

بس اِس میں تھوڑی سی ہمت کی ضرورت ہے کیونکہ اِس میں زیادہ سے زیادہ تھوڑی سی تکلیف نفس کی ہوگی اِس کا چھوڑ دینا ہمت والے کے لیے بہت آسان ہے۔ ہمت والوں نے خدا کی راہ میں جانیں دے دیں ہیں بہت سے ایسے باہمتوں کے واقعے سنے ہیں کہ اُنہوں نے تمام عمر کی اَفیون کی عادت چھوڑ دی۔ (دعواتِ عبدیت ص ۱۲۹)

بدنگاہی میں مبتلا شخص کا آسان علاج :

فرمایا اگر کسی حسین صورت کو دیکھ کر برا خیال دِل میں آنے لگے تو فوراً اُس مجمع میں جو سب سے زیادہ بدصورت شخص ہو اُس کو بہت غور سے دیکھنے لگو اور اگر اُس کی جگہ کوئی بدشکل نہ ہو تو پچھلے دیکھے ہوئے کسی بدشکل شخص کو ذہن میں لائے ورنہ متخیلہ سے (خیال) سے کوئی نہایت بھونڈی صورت تراش کر اُس کا مراقبہ کرنے لگے آخر قوتِ خیال پھر اور کس وقت کام دے گی۔

کسی ایسے موٹے بھدے شخص کا تصور کرے کہ جس کا پیٹ نکلا ہوا ہو، ہونٹ موٹے موٹے ہوں، ناک پچکی ہوئی ہو، رینٹھ (ناک) بہہ رہی ہو، مکھیاں بھنک رہی ہوں، غرض کہ جہاں تک متخیلہ

کام کر سکے نہایت بد شکل کی تصویر اِختراع کر کے تصور میں لائے ایسا کرنے سے اِنشاء اللہ فوراً وہ بدخیال جاتا رہے گا۔

ایک صاحب کو (بدنگاہی کے علاج کے لیے) تحریر فرمایا کہ یہ تصور کیا کرو کہ اِس حسین کا مر کر کیا حال ہوگا، بدن گل سڑ جائے گا، پیٹ پھٹ جائے گا، کیڑے پڑ جائیں گے، غرض عجب ہیئت ہو جائے گی، اُس وقت اگر کوئی اِس عاشق سے کہے کہ اِس کو گود میں رکھ کر پیار کرو تو وہاں سے ہزار نفرتیں کر کے لاحول پڑھ کر بھاگ آئے گا۔ (حسن العزیز ۱/ ۲۸)

اِمام اَبو حنیفہ ؒ کا تقوی اور اَمردوں سے اِحتیاط :

اِمام اَبو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر آج کل کوئی مقدس نہیں ہوگا مگر دیکھئے کہ اِمام محمدؒ کو اِمام صاحب نے اَوّل دفعہ تو دیکھا لیکن جب معلوم ہوا کہ اِن کی ڈاڑھی نہیں آئی تو یہ حکم کر دیا کہ جب تک ڈاڑھی نہ نکل آئے پشت کی طرف بیٹھا کرو۔ دونوں طرف متقی مگر اِحتیاط اِتنی بڑی مدت دَراز کے بعد ایک مرتبہ اِتفاقاً اِمام صاحب کی نظر پڑ گئی تو تعجب سے پوچھا کہ کیا تمہارے ڈاڑھی نکل آئی ہے۔ تو جب اِمام اَبو حنیفہؒ نے اِس قدر اِحتیاط کی ہے تو آج کون ہے کہ وہ اپنے اُوپر اِطمینان کرے۔

حضرت تھانویؒ کی اِحتیاط :

فرمایا میں نے اپنے لوگوں کو ممانعت کر دی تھی کہ تصنیف کے کمرہ میں جہاں میں تنہا ہوں کسی نوعمر لڑکے کو نہ بھیجا کریں مجھے اپنے نفس پر اِعتماد نہیں۔ اِس کا اَثر یہ ہوا کہ خانقاہ کے سب لوگ لڑکوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ (مجالس حکیم الامت ص ۶۲)

عشق مجازی سخت اِبتلاء کی چیز ہے اِس سے بچنا چاہیے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اِس معاملہ میں خود مجھ کو اپنا اِعتبار نہیں اور میں خود کوئی چیز نہیں لیکن جو شخص مجھ کو بڑا سمجھتا ہو اور مجھ سے عقیدت رکھتا ہو اُس کے لیے یہ بڑی عبرت کی بات ہے کہ جس کو ہم بڑا سمجھتے ہیں جب اُس کی یہ حالت ہو تو ہمیں تو بہت ہی اِحتیاط رکھنا چاہیے۔ (حسن العزیز ص ۲۸)۔ (جاری ہے)

قسط : ۲۴

سیرت خُلفائے راشدین

﴿ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوئی ؒ ﴾

اَمیر المؤمنین فاروقِ اَعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

حضرت فاروقِ اَعظمؓ کے مکاشفات وکرامات :

اَحادیثِ نبویہ میں حضرت فاروقِ اَعظم رضی اللہ عنہ کے لیے جس طرح اور کمالات بیان فرمائے گئے ہیں اِسی طرح آپ کا صاحبِ خوارِق عادات ہونا بھی اِرشاد فرمایا گیا ہے چنانچہ جس قدر خوارقِ عادات اور مکاشفات کا ظہور آپ سے ہوا کسی صحابی سے منقول نہیں ہے۔

سب سے بڑی کرامات آپ کی وہ عظیم الشان فتوحات ہیں جو نہایت قلیل المدت اور بالکل بے سروسامانی کی حالت میں حاصل ہوئیں جن کا مجمل تذکرہ اُوپر ہوا۔

اِس کے بعد آپ کی وہ اِسلامی خدمات ہیں جن کا ظہور آپ سے ہوا، آپ کی فوج کے لیے جو غیبی تائیدات کے واقعات پیش آئے وہ بھی آپ ہی کی کرامات میں شمار کیے جائیں گے مگر اِس مقام پر صرف چند اُمور مثال کے طور پر درج کرتا ہوں :

☆ ایک روز آپ مدینہ منورہ میں جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ یکایک بلند آواز سے دومرتبہ یا تین مرتبہ یَا سَارِیَۃُ ! اَلْجَبَلَ اور اِس کے بعد پھر خطبہ شروع کردیا۔ تمام حاضرین کو حیرت تھی کہ یہ بے ربط جملہ آپ کی زبانِ مبارک سے کیسے نکلا؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے بے تکلفی زیادہ تھی اُنہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آج آپ نے خطبہ کے درمیان میں یَا سَارِیَۃُ ! اَلْجَبَلَ کیسے فرمایا تو آپ نے ایک لشکر کا ذکر فرمایا جو عراق میں بمقام نہاوَند جہاد میں مشغول تھا اُس لشکر کے سردار حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ تھے، فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ وہ پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں اور دُشمن

کی فوج سامنے سے بھی آرہی ہے اور پیچھے سے بھی آرہی ہے جس کی لوگوں کو خبر نہیں یہ دیکھ کر میرا دِل قابو میں نہ رہا اور میں نے آواز دی کہ اے ساریہؓ پہاڑ سے مل جاؤ۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب ساریہ رضی اللہ عنہ کا قاصد آیا تو اُس نے سارا واقعہ بیان کیا کہ ہم لوگ لڑائی میں مشغول تھے کہ یکایک آواز آئی یَا سَارِیَۃُ ! اَلْجَبَلَ اِس آواز کو سن کر ہم لوگ پہاڑ سے مل گئے اور ہم کو فتح ملی۔

☆ جب مصر فتح ہوا تو اہلِ مصر نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ (فاتح مصر) سے کہا کہ ہمارے ملک میں کاشتکاری کا دار و مدار دریائے نیل پر ہے اور دریائے نیل کا یہ دَستور ہے کہ ہر سال ایک کنواری لڑکی جو حسن و جمال میں سب سے ممتاز ہوتی ہے دریا میں ڈال دی جاتی ہے اگر کسی سال ایسا نہ کیا جائے تو دریا نہیں بڑھتا اور قحط پڑ جاتا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ حضرت فاروقِ اَعظم رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیجا، آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اِسلام ایسی وحشیانہ رسموں کی اِجازت نہیں دیتا اور آپ نے ایک خط دریائے نیل کے نام لکھ کر بھیجا جس کا مضمون یہ تھا :

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

یہ خط اللہ کے بندے عمر بن خطاب کی طرف سے نیلِ مصر کے نام ہے اگر تو اپنے اِختیار سے جاری ہے تو ہم کو تجھ سے کوئی کام نہیں اور اگر تو اللہ کے حکم سے جاری ہے تو اَب اللہ کے حکم سے جاری رہنا۔

اِس خط کے ڈالتے ہی دریائے نیل بڑھنا شروع ہوا، سالہائے ماسبق کی بہ نسبت چھ گز زیادہ بڑھا اور اُس دِن سے یہ رسمِ بد موقوف ہوگئی۔

☆ زمانۂ قحط میں جب حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے پانی برسنے کی دُعا مانگی اور پانی برسا تو کچھ بدو لوگ باہر سے آئے اور اُنہوں نے بیان کیا کہ اَمیر المومنین ہم لوگ فلاں دِن فلاں وقت اپنے جنگل میں تھے کہ یکایک اَبر اُٹھا اور اُس سے یہ آواز آرہی تھی :

اَتَاکَ الْغَوْثُ اَبَا حَفْصٍ ، اَتَاکَ الْغَوْثُ اَبَا حَفْصٍ

یعنی اے اَبوحفص ! آپ کے لیے بارش آگئی

☆ اَسودِ عنسی نے جب نبوت کا دعوی کیا تو ایک شخص عبداللہ بن ثوب رضی اللہ عنہ تھے اُن سے اِس کذاب نے کہا کہ میری نبوت کا اِقرار کرو۔ اُنہوں نے کہا کہ میں ہرگز تجھ کو نبی نہیں مانتا۔ اَسود نے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ تم محمد (ﷺ) کو نبی مانتے ہو؟ عبداللہ بن ثوب رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ یہ سن کر اَسود ایسا براَفروختہ ہوا کہ آگ روشن کرنے کا حکم دیا اور اُس میں عبداللہ مذکور کو ڈالوا دیا مگر آگ نے اُن پر کچھ اَثر نہ کیا، آخر اَسود نے اُن کو شہر بدر کرایا وہ مدینہ آئے جیسے ہی مسجد کے دروازے میں داخل ہوئے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اُن کو دیکھتے ہی فرمایا یہ وہ شخص ہے جس کو اَسود نے آگ میں جلانے کا اِرادہ کیا تھا مگر اللہ نے بچالیا۔ اِس قصہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ کسی سے سنا تھا نہ مدینہ میں کوئی اِس حال سے واقف تھا پھر آپ نے کھڑے ہو کر عبداللہ بن ثوب رضی اللہ عنہ سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ حضرت اِبراہیم (خلیل اللہ) علیہ السلام کی شبیہہ اِس اُمت میں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔

☆ مسلمانوں کا لشکر جب عراق کے اَندر حلوان کے دامن میں پہنچا اور نمازِ عصر کے لیے اَذان دی گئی تو پہاڑ سے اَذان کا جواب آیا، جب مؤذن نے کہا اللّٰہ اکبر تو پہاڑ سے آواز آئی کہ لَقَدْ کَبَّرْتَ کَبِیْرًا یعنی اے مؤذن تو نے بڑی ذات کی بڑائی بیان کی اور جب مؤذن نے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا تو پہاڑ سے آواز آئی کہ یہی وہ نبی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ اِس طرح ہر کلمہ کا جواب پہاڑ سے آیا۔ جب اَذان سے فراغت ہوئی تو مسلمانوں نے کہا کہ اے شخص اللہ تجھ پر رحمت نازل کرے تو فرشتہ ہے کہ جن ہے یا خدا کا کوئی بندہ تو نے اپنی آواز تو ہم کو سنا دی اَب اپنی شکل بھی ہم کو دِکھا دے کیونکہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اور عمر بن خطابؓ کے بھیجے ہوئے ہیں، یہ کہنا تھا کہ پتھر ایک جگہ سے شق ہوا اور ایک بوڑھے شخص نمودار ہوئے اُنہوں نے بعد سلام کہا کہ میرا نام زریت بن برشملا ہے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحابی ہوں اُنہوں نے مجھے اِس پہاڑ میں ٹھہرایا تھا اور میرے لیے اپنے نزول تک درازیٔ عمر کی دُعاء مانگی تھی، اچھا عمر بن خطابؓ

سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ قیامت قریب آگئی ہے اور اِسی قسم کی چند باتیں کر کے وہ نظر سے غائب ہوگئے پھر ہر چند تلاش کیا گیا، کچھ پتہ نہ چلا۔

☆ ایک روز خواب سے بیدار ہو کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اِس وقت میں اُس شخص کو دیکھ رہا تھا جو عمر بن خطابؓ کی نسل سے ہوگا اور عمر بن خطابؓ کی روِش اِختیار کرے گا، یہ اِشارہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی طرف تھا وہ آپؓ کے صاحبزادے حضرت عاصمؓ کے نواسے ہیں۔

☆ ایک روز حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے خواب میں دیکھا کہ فجر کی نماز میں نے رسولِ خدا ﷺ کے پیچھے پڑھی اور آپ محراب سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے ایک عورت ایک طبق چھواروں کا لائی اور رسولِ خدا ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے ایک چھوارا اُس میں سے لے کر میرے منہ میں رکھ دیا اور پھر دُوسرا چھوارا اُٹھا کر میرے منہ میں رکھ دیا اِس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور دِل میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شوق تھا اور زبان پر اُن چھواروں کی حلاوت باقی تھی، اِس کے بعد میں وضو کر کے مسجد گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی اور بالکل اِسی طرح محراب سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے میں نے اِرادہ کیا کہ اپنا خواب بیان کروں لیکن قبل اِس کے کہ میں کچھ بولوں ایک عورت آئی اور اُس کے ہاتھ میں ایک طبق کھجوروں کا تھا وہ مسجد کے دروازے پر کھڑی ہوگئی اور وہ طبق حضرت عمرؓ کے سامنے لاکر رکھا گیا، اُنہوں نے اِسی طرح دو چھوارے یکے بعد دیگرے میرے منہ رکھے اور باقی دُوسرے صحابہ کرام کو تقسیم کر دیے، میرا دِل چاہتا تھا کہ مجھے اور دیں تو فرمایا کہ اے بھائی اگر رسولِ خدا ﷺ نے رات کو تمہیں اِس سے زیادہ دیے ہوتے تو میں بھی زیادہ دیتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہوا کہ جو خواب میں نے رات کو دیکھا تھا وہ سب اِن کو معلوم تھا۔ تو فرمایا اے علی! مومن نورِ اِیمان سے دیکھ لیتا ہے۔ میں نے کہا اے اَمیر المومنین آپ سچ کہتے ہیں، میں نے ایسا ہی خواب دیکھا تھا اور آپ کے ہاتھ سے بھی چھواروں کی وہی لذت پائی جو رسولِ خدا ﷺ کے دستِ مبارک سے ملی تھی۔

☆ ایک روز جمعہ کے دِن خطبہ پڑھا اُس میں نبی ﷺ اور حضرت اَبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کر کے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرغ نے میرے تین چونچیں ماریں اور اِس کی تعبیر میں یہی سمجھتا ہوں کہ میری موت اَب قریب ہے۔

☆ ایک مرتبہ آپ کے زمانے میں زلزلہ آیا، بار بار زمین ہلتی تھی تو آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور ایک دُرّہ زمین پر مارا اور فرمایا کہ اے زمین ساکن ہوجا، کیا میں نے تیرے اُوپر عدل نہیں کیا، اِس کے بعد فوراً زلزلہ موقوف ہو گیا۔

☆ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت زید بن حارثہؓ کی جب وفات ہوئی اور اُن کو کفن پہنایا گیا تو اُن کے سینے سے گنگناہٹ محسوس ہوئی اِس کے بعد اُنہوں نے کلام کیا، کہا کہ :

احمد احمد فی الکتاب الاول ، صدق صدق ابو بکر الصدیق الضعیف فی نفسہ القوی فی امر اللّٰہ فی الکتاب الاول ، صدق صدق عمر بن الخطاب القوی الامین فی الکتاب الاول ، صدق صدق عثمان بن عفان علی منہاجہم مضت اربع و بقیت سنتان اتت الفتنۃ وکل الشدید الضعیف وقامت الساعۃ وسیاتیکم خبر بیرا اریس وما بیر اریس.

''اَحمد اَحمد ﷺ اَگلی کتاب میں سچے ہیں، اَبوبکر صدیق جو اپنے کاموں میں کمزور اور اللہ کے کام میں طاقتور ہیں اَگلی کتاب میں سچے ہیں۔ عمر بن خطابؓ جو بڑے طاقتور اور اَمانت دار ہیں اَگلی کتاب میں سچے ہیں۔ عثمان بن عفانؓ اِن ہی تینوں کی روِش پر ہیں چار سال گزر چکے ہیں دو باقی ہیں، فتنے قریب آ گئے اور طاقتور نے کمزور کو کھا لیا، قیامت قائم ہوگئی اور عنقریب تمہارے پاس اَریس نامی کنویں کی خبر آئے گی اور وہ بڑی خبر ہے (اِس کنویں میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے اُنگشتری رسولِ خدا ﷺ کی گر گئی تھی)۔''

اِس کے بعد قبیلہ بنوخطم کے ایک شخص کی وفات ہوئی اُنہوں نے بھی کفن پہنانے کے بعد کلام کیا اُنہوں نے کہا ان اخابنی الحارث بن الخزرج صدق [1]

☆ جالیس بن سعد طائی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آفتاب و ماہتاب میں باہم جنگ ہوئی اور ہر ایک کے ساتھ کچھ ستارے ہیں۔ یہ خواب اُنہوں نے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے بیان کیا آپ نے پوچھا کہ تم کس کے ساتھ تھے؟ اُنہوں نے کہا کہ میں چاند کے ساتھ تھا۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ نے فرمایا اَب میں تم کو کسی کام پر مقرر نہ کروں گا، تم تاریک نشانی کے ساتھ تھے چنانچہ یہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور اُسی جنگ میں شہید ہوئے۔

☆ ایک پہاڑ کی کھوہ سے آگ نکلا کرتی تھی اور جہاں تک پہنچتی تھی سب کو جلا کر خاکستر کر دیتی تھی۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی وہ آگ نمودار ہوئی تو آپ نے حضرت اَبوموسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ یا حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ اُس آگ کو اُسی کھوہ میں داخل کر آؤ چنانچہ وہ گئے اور اُنہوں نے اپنی چادر سے اُس آگ کو ہنکانا شروع کیا یہاں تک کہ وہ کھوہ میں چلی گئی اور پھر کبھی وہ آگ نمودار نہیں ہوئی۔

☆ ایک مرتبہ ایک عجمی شخص مدینہ منورہ آیا، حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو وہ تلاش کر رہا تھا کسی نے بتایا کہ وہ کہیں جنگل میں سو رہے ہوں گے چنانچہ وہ جنگل کی طرف گیا، دیکھا کہ آپ زمین پر دُرّہ سر کے نیچے رکھے ہوئے سو رہے ہیں۔ اُس عجمی نے اپنے دِل میں خیال کیا کہ سارے جہاں میں اِسی شخص کی وجہ سے فتنہ برپا ہے، اِس کا قتل کر دینا تو بہت آسان ہے، یہ خیال کر کے اُس نے تلوار نکالی فوراً دو شیر نمودار ہوئے اور اُس عجمی کی طرف لپکے، عجمی فریاد کرنے لگا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیدار ہو گئے اُس عجمی نے سارا قصہ آپ سے بیان کیا اور مسلمان ہو گیا۔

---

[1] بنی حارث بن خزرج کے آدمی ہیں یعنی زید بن خارجہ نے جو کچھ کہا سچ ہے۔

☆ ایک مرتبہ ایک لشکر آپ کا کسی دُور دَراز مقام میں مشغولِ جہاد تھا ایک دِن مدینہ منوہ میں بیٹھے بیٹھے آپ نے فرمایا یَا لَبَّیْکَاہْ کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا بات ہے، یہاں تک کہ وہ لشکر واپس آیا اور سردارِ لشکر نے فتوحات کا بیان شروع کیا تو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اِن باتوں کو رہنے دو اُس شخص کا حال بیان کرو جس کو تم نے جبرًا پانی میں بھیجا تھا اُس پر کیا گزری۔ سردارِ لشکر نے کہا اے اَمیر المومنین ! اللہ کی قسم میں نے اُس کے ساتھ بدی کا اِرادہ نہیں کیا تھا، بات یہ ہوئی کہ ہم لوگ ایک ایسے دریا پر پہنچے جس کی گہرائی کی حد معلوم نہ تھی کہ اِسے عبور کیا جا سکے لہٰذا میں نے اُس شخص کو برہنہ کیا اور پانی میں بھیجا، ہوا بہت ٹھنڈی تھی، اُس شخص پر ہوا کا اَثر ہوگیا اور اُس نے فریاد کی وَا عُمَرَاہْ وَا عُمَرَاہْ اِس کے بعد وہ شخص سردی کی شدت سے ہلاک ہوگیا، جب لوگوں نے اِس قصے کو سنا تو سمجھا کہ اُس دِن کی لبیک اُن کی اِسی مظلوم کے جواب میں تھی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سردارِ لشکر سے فرمایا کہ اگر یہ اَندیشہ نہ ہوتا کہ میرے بعد ایک دَستور قائم ہوجائے گا تو یقینًا میں تیری گردن ماردیتا۔ اچھا جا اُس مقتول کے اہل وعیال کو خون بہا اَدا کر اور اَب کبھی اپنی صورت مجھے نہ دِکھانا، ایک مسلمان کا قتل ہوجانا میرے نزدیک بہت سے کافروں کے قتل سے زیادہ ہے۔ جس روز آپ کی وفات ہوئی، اُس دِن یہ اَشعار ہاتفِ غیبی سے سُنے گئے ؎

لبیك على الاسلام من كان باكيا
فقد اوشكو هلكى وما قدم العهد
وادبرن الدنيا وادبر خيرها
وقد ملّها من كان يومن بالوعد

(جاری ہے)

اِسلامی اَذکار و دُعائیں

اَحکام و فضائل

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم صاحب چشتی مدظلہم
رئیس شعبہ تخصص فی علوم الحدیث جامعہ علوم اِسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی

❁ ❁ ❁

رُوحانی زندگی کی بقاو اِصلاح :

اِنسان کی رُوحانی زندگی کی بقاء واِصلاح کے لیے دو چیزوں کی اِصلاح نہایت ضروری ہے :

(۱) صحتِ عقیدہ (۲) صحتِ عمل

اِنسان اِن دونوں چیزوں کی اِصلاح میں دَرماندہ وعاجز ہے کیونکہ بُرے کاموں سے بچنا اور نیک کام کرنا اللہ تعالیٰ کی نصرت وہدایت کے بغیر نہیں ہوسکتا اِس لیے شریعت نے تعوُّذ اور بسم اللہ کی تعلیم دی ہے اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم رکھنے کے لیے اَدعیہ واَذکار کا ایک مستقل نظام قائم کیا جو رُوحانی ترقی کا نہایت مؤثر اور اہم ذریعہ ہے جس کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا گیا ہے۔

اِسلامی عبادات کا مرکز ومحور ''ذکر اللہ'' ہے، اِسلام کے اَرکانِ خمسہ میں سے اہم رُکن نماز ہے قرآن نے اِس کی غرض وغایت اِن الفاظ میں بیان کی ہے: ﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ﴾ (سُورہ طٰہٰ : ۱۴) یعنی ''میری یاد کے لیے نماز پڑھا کرو۔''

اِقامتِ صلٰوۃ کا مقصد یادِ اِلٰہی کو دِل میں تازہ رکھنا ہے۔ اِسی طرح اِسلام کا اہم رُکن حج ہے اُس کا آغاز ہی تکبیر وتہلیل اور تسبیح وتحمید سے ہوتا ہے۔ طواف وعمرہ اَذکار واَدعیہ پر مشتمل ہے۔ حج کا اہم رُکن قیامِ عرفات ہے، اِس میں سارا زور اَذکار واَدعیہ پر دیا گیا ہے، اس کے لیے میدانِ عرفات میں نمازمیں تقدم وتاخر کیا گیا ہے جس سے اِسلام میں اِس کی اہمیت ظاہر وباہر ہے۔

قرآنِ کریم نے اَنبیاء علیہم السلام کی دُعاؤں کے الفاظ کو نقل کیا، اُن کے دُعا مانگنے کے

اَسلوب اور طور طریقہ کو بیان کیا، دُعا کے آداب کی طرف رہنمائی کی نیز اِس حقیقت کا اِنکشاف کیا کہ دُعا بنی نوعِ اِنسان کا ایک فطری عمل ہے جو آڑے وقت اور مشکلات میں پوری طرح جلوہ گر ہوتا ہے۔ شریعت چاہتی ہے کہ یہ فطری عمل عیش وطیش، رنج وراحت، سودوزیاں، خوشی وناخوشی، نرمی وگرمی، تنگدستی وخوشحالی، عزت وذلّت ہر حال میں جاری رہنا چاہیے۔

دُعا اپنے خالق ومالک سے براہِ راست تعلق وقرب کا نہایت کامیاب اور سب سے زیادہ زُود اَثر اور نہایت مجرب عمل ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا اِحسان ہے کہ اُس نے ہمیں دُعا مانگنے کا حکم دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات جو مسلمانوں کے لیے نمونۂ عمل ہے اور اِس حقیقت کی آئینہ دار ہے کہ ''دُعا'' آپ ﷺ کی زندگی کا نہایت روشن باب ہے، آپ ﷺ کی اَدعیۂ ماثورہ اَصحابِ فکر ونظر واَربابِ صدق وصفا کا نظری وعملی دونوں اِعتبار سے نہایت پسندیدہ موضوع رہی ہیں۔

مفسّرین، محدّثین، فقہاء ومتکلمین، صوفیہ واُدباء، ائمہ لغت، مؤرخین اور سیرت نگاروں نے اِس موضوع سے اِعتناء کیا چنانچہ کسی نے رسالت مآب ﷺ کی دُعاؤں کو اپنی سندوں سے جمع کیا، کسی نے اُن کے مطالب ومعانی کی وضاحت کی اور موقع ومحل کو بیان کیا، کسی نے توبہ واِستغفار پر کلامی نقطۂ نظر سے بحث کی، کسی نے مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق کی، کسی نے اُن کی نحوی ترکیب سے اِعتناء کیا، کسی نے اِس اَمر پر روشنی ڈالی کہ حضور اَکرم ﷺ نے نماز میں کیا کیا دُعائیں مانگیں، حج میں کس موقع پر کن الفاظ میں اللہ کے حضور اِلتجا کی، نمازِ جنازہ وتشہد وتہجد میں کیا کیا دُعائیں رسولِ خدا ﷺ سے منقول ہیں۔ جنگ وغزوات میں کس موقع پر کن الفاظ میں اپنے رب کو یاد کیا، خوشی کے موقع پر اپنے رب کو کن الفاظ میں پکارا اور مصیبت میں کن الفاظ سے اِلتجاء کی۔ صوفیہ نے اپنے تجربات واِلہامات سے اِن دُعاؤں کو اَحزاب واَوراد میں تقسیم کیا جو اَحزاب واَوراد کے نام سے معروف ومشہور ہیں، بعض نے اُن کے خواص واَثرات کو موضوعِ بحث بنایا اور اِس موضوع پر کتابیں تالیف کیں، کسی نے دُعا کی حقیقت کو بتایا اور اُس کی قبولیت کی شرائط پر روشنی ڈالی، اِس طرح دُعا کے گوناگوں پہلو زیرِ بحث آتے رہے۔

اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اِسلام میں اَدعیہ واَذکار کے نظام کو نہایت بلند مقام حاصل ہے کتبِ حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے جن الفاظ سے دُعائیں اور اَذکار حدیث کی کتابوں میں منقول ہیں، وہ سب اِلہامی اور توقیفی ہیں۔ اِن الفاظ سے مانگنا اَجروثواب کا موجب اور بارگاہِ اِلٰہی میں سب سے زیادہ محبوب ومقبول ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ (المتوفّٰی ۹۱۱ھ) نے ''تدریب الراوی'' میں تصریح کی ہے کہ دُعائیں توقیفی (اِلہامی) ہیں :

لِاَنَّ اَلْفَاظَ الْاَذْکَارِ تَوْقِیْفِیَّۃٌ .(تدریب الراوی ص : ۴۰۶)

اَذکار اور دُعاؤں کے الفاظ اِلہامی ہیں (یعنی اُن ہی الفاظ میں اُنہیں پڑھنا چاہیے)۔

ذکرو دُعا پر اِطمینانِ قلب کا اِلٰہی وعدہ :

اِس دور میں جہاں ہر طرف سامانِ عیش وطرب کی فراوانی ہے، خوش دلی وخوش حالی کا سامان بکثرت موجود اور با آسانی دستیاب ہے، زندگی کے ہر میدان میں ترقی کی راہیں کشادہ ہیں پھر بھی دُنیا میں ہر جگہ معاشرہ گھٹن کا شکار ہے اور اِطمینانِ قلب کی دولت کا کہیں سراغ نہیں، اِس کے حصول کے لیے اِجتماعی اور اِنفرادی جو بھی کوشش ممکن ہے برابر جاری ہے لیکن تمام کوششیں رائیگاں جاتی ہیں۔

اِس کی بنیادی وجہ اسلام کے نظامِ اَذکار واَدعیہ سے بے رغبتی، غفلت ودُوری ہے۔ دُنیا میں غفلت ودُوری کا یہ پردہ ہی وہ پردہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اِطاعت وفرمانبرداری اور یادِ اِلٰہی سے دُور رکھتا ہے، دینِ حق قبول کرنے، دعوتِ حق کو سننے سے مانع ہے اور آخرت میں اِنسان کو جہنم کا اِیندھن بناتا ہے۔ قرآن کہتا ہے :

﴿ اَلَّذِیْنَ کَانَتْ اَعْیُنُھُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِکْرِیْ وَکَانُوْا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَمْعًا ﴾
(سُورۃ الکھف : ۱۰۱)

''جن کی آنکھوں پر (دُنیا میں) میرے ذکر کی طرف سے پردہ پڑا ہوا تھا اور جو سُننے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔''

معلوم ہوا کہ اللہ کی یاد ہی وہ بنیاد ہے جس سے بندے کا رِشتہ اللہ سے جڑتا اور قائم رہتا ہے، قرآن کہتا ہے :

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ (سُورۃ الرعد:۲۸)

''یہ وہ لوگ ہیں جو اِیمان لائے ہیں اور جن کے دِل اللہ کے ذکر سے اِطمینان حاصل کرتے ہیں، یاد رکھو کہ صرف اللہ کا ذکر ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اِطمینان نصیب ہوتا ہے۔''

ذکر کے بھی درجات ہیں جس درجہ کا ذکر ہوتا ہے اُسی درجہ کا اِطمینان ہوتا ہے، ذکر کی خاصیت ہی اِطمینانِ قلبی ہے۔ جو ذکر اللہ سے جُڑتا اور اُستوار ہوتا ہے اُس کا ہر لمحہ عبادت میں گزرتا اور وہ ہر حال میں خوش رہتا ہے۔ یہ اِسلام کا ایسا نظریۂ حیات ہے جس کی مثال عالَم کے مذاہب میں ملنی مشکل ہے۔ اِس نظام کی یہی سب سے بڑی خوبی ہے کہ بندہ کی زبان ہمہ وقت ذکر اللہ سے تر رہتی، دل اللہ کی یاد سے آباد اور قناعت وغنا کی دولت سے ہمیشہ سرشار رہتا ہے۔ سخت سے سخت گھڑی اور کٹھن سے کٹھن منزل پر جزع وفزع، گھبراہٹ اور بے چینی نہیں ہوتی، اُس کا سکون و اِطمینان برقرار رہتا ہے اِس لیے کہ اُس کا دل اور زبان یادِ اِلٰہی سے معمور ہے۔ اَذکار و اَدعیہ کا اِسلامی نظام اِس نوع کی زندگی بناتا اور سنوارتا ہے کہ ہر لمحہ اور ہر آن عبادت میں گزرتا اور وہ اِطمینانِ قلب کی لذت سے لطف اَندوز ہوتا رہتا ہے۔

عالَمِ اَسباب میں دُعا :

یہاں یہ نکتہ بھی ملحوظِ خاطر رہنا چاہیے کہ یہ دُنیا عالَمِ اَسباب ہے، یہاں ہر کام کسی وجہ سے ہوتا ہے اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر کام سلسلۂ اَسباب کی ایک کڑی ہے، ہر ایک واقعہ کا کوئی نہ کوئی سبب ہے، اِس کا اِنکار گویا قانونِ فطرت کا اِنکار ہے اَلبتہ اَسباب کی پابندی سے کامیابی کا یقین نہیں ہوتا، اَسباب بذاتِہا اگر مؤثر ہوتے تو مطلوبہ نتیجہ ضرور حاصل ہوتا، ایسے ہی موقع پر اِنسان اپنے آپ کو عاجز

پا کر مسبب الاسباب کی طرف لوٹتا اور اُسے پکارتا ہے اور وہ اُس کی مراد کو پورا کرتا ہے۔ یہ اِس اَمر کی دلیل ہے کہ کائنات کا سارا نظام اللہ کے علم و اِرادہ اور قدرت و حکمت کے ماتحت چل رہا ہے۔

دُعا ایک تدبیر و سبب ہے اور سنت اللہ اِس طرح جاری ہے کہ اَسباب کے بغیر مطلوب حاصل نہیں ہوتا، گو اُس کی قدرتِ کاملہ سے کچھ بعید نہیں کہ کبھی وہ سبب کے بغیر بھی مراد بَر لاتا ہے مگر ایسا بھی اُس کی حکمت و مصلحت سے ہوتا ہے۔ سلسلۂ سبب و مسبب کا نام حکمت ہے۔

اُمتِ مسلمہ کا مذہب یہ ہے کہ ''دُعا''، ''توکل'' اور ''عملِ صالح'' دُنیا و آخرت کے مقاصد کے حاصل کرنے میں ایک سبب کی حیثیت رکھتے ہیں اور معاصی سے بچنے کا ذریعہ ہیں، جو حکم کسی سبب سے وابستہ ہوتا ہے اُس کے پورا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اُس کی شرائط کو پورا کیا جائے اور موانع اور رُکاوٹوں کو دُور کیا جائے پھر مسبَب پایا جائے گا ورنہ نہیں۔

نظامِ عبادت میں اَذکار اور دُعائیں :

اِسلام میں اَدعیہ و اَذکار کا نظامِ عبادت دُوسری اِسلامی عبادات کی طرح مخصوص شرائط، اَوقات و مقامات کے ساتھ وابستہ اور خاص نہیں ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ میں وقت، مقام، ہیئت اور شرائط ضروری قرار دی گئی ہیں، اِس طرح کی شرائط اَذکار اور دُعاؤں کے نظام میں لازمی اور ضروری نہیں۔ اِبن اَبی حاتمؒ، اِبن المنذرؒ اور اِبن جریرؒ نے بواسطۂ علی بن اَبی طلحہ الہاشمیؒ (المتوفی ۱۴۵ھ) ترجمان القرآن حضرت اِبن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں :

ترجمہ : ''اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی عبادت فرض نہیں کی مگر اُس کے لیے حد مقرر و متعین کی ہے (یہ مقررہ حد وقت، مقام، ہیئت و شرائط سے عبارت ہے) پھر حالتِ عُذر میں اُنہیں مہلت دی ہے، سوائے ذکر و دُعا کے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر و دُعا کے لیے کوئی حد مقرر نہیں کی جس پر وہ ختم ہوتی ہو اور اُسے چھوڑ دینے میں کسی کو معذور قرار نہیں دیا مگر اُس کو جو اپنی عقل و فہم ہی کھو بیٹھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے

قرآن میں فرمایا ہے: ﴿ اُذْكُرُوْا اللّٰهَ قِيَاماً وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ﴾ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کرو۔ رات میں، دن میں، خشکی میں، سمندر میں، سفر میں، وطن میں، تنگدستی میں، تونگری میں، تندرستی میں، بیماری میں، چُھپے اور کُھلے، ہر حال میں اللہ کا ذکر کرو، اُس سے دُعا مانگو۔''

اِس سے معلوم ہوا کہ اِسلام میں دو قسم کی عبادات ہیں، ایک وہ عبادات ہیں جو خاص وقت، خاص مقام، خاص ہیئت اور خاص شرائط کے ساتھ اَدا کی جاتی ہیں۔ دُوسری وہ عبادات ہیں جن میں اِس نوع کی کوئی شرط و قید نہیں، یہ اَذکار اور دُعائیں وہ ہیں جن کا نفع عام و تام ہے۔

دُعا کے معنٰی :

دُعا کے معنٰی لُغت میں بُلانا، پُکارنا، یاد کرنا ہیں لیکن عرف اور شریعت میں اِس سے خاص معنی مُراد ہیں، علّامہ سیّد مرتضیٰؒ بلگرامی ثم زبیدی تاج العروس میں رقمطراز ہیں :

''الدعاء : الرغبة إلى الله فيما عنده من الخير، والابتهال إليه بالسؤال، ومنه قوله تعالى : ﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴾

دُعا کے معنٰی : اللہ تعالیٰ کے یہاں جو کچھ خیر اور بھلائی ہے اُس کی خواہش و رغبت کرنا اور اُس کے سامنے عاجزی و نیازمندی سے سوال کرنا ہے چنانچہ اللہ تعالی کا اِرشاد ہے : اپنے پروردگار سے دُعا کرو عاجزی کے ساتھ چُپکے چُپکے، بیشک وہ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

دُعا میں مُراد کا حاصل ہونا بھی مطلوب و مقصود ہوتا ہے اِس لیے اِس کے جواب میں اَجابت کا لفظ آتا ہے کہ جس مقصد کے لیے درخواست کی گئی تھی وہ قبول ہوگئی، اللہ تعالی کا اِرشاد ہے :

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ (سورة المؤمن: ٦٠)

'' اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔''

حقیقتِ دُعا :

اِمام فخر الدین رازی تفسیرِ کبیر میں لکھتے ہیں :

حقیقة الدعاء استدعاء العبد ربه جلّ جلاله العناية و استمداده إياه المعونة [1]

''دُعا کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے مدد اور رحمت و عنایت کا طلبگار رہے۔''

اِس سے معلوم ہوا کہ دُعا کے مفہوم میں بہت وسعت ہے، اپنے دینی و دُنیوی مطالب، زبان سے، دل سے یا حال سے پیش کرنا، تسبیح و تہلیل کرنا، یادِ اِلٰہی میں لگے رہنا بھی دُعا کے مفہوم میں داخل ہے۔

اَصل عبادت یہ ہے کہ بندہ کی ہر اَدا سے یہ ظاہر ہوتا رہے کہ یہ بندہ ہے اور وہ رب ہے، یہ مخلوق ہے اور وہ خالق ہے، یہ محتاج ہے وہ غنی ہے، یہ عاجز ہے وہ قادر ہے، جو اِس اَمر سے گریز کرتا ہے وہ دُعا کو مؤثر نہیں سمجھتا اور نہ وہ اپنے آپ کو ''عبد'' اور ''ربُّ الارباب'' کو ''رب'' مانتا ہے، اِس کی سزا جہنّم ہے۔ قرآن کہتا ہے :

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ . اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ﴾ [2]

''اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا، بے شک جو لوگ تکبر کی بناء پر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، وہ ذلیل ہو کر جہنّم میں داخل ہوں گے۔''

حدیث میں آتا ہے : اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَةُ یعنی ''دُعا اَصلِ عبادت ہے''

اور دُوسری حدیث میں آیا ہے : اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ یعنی ''دُعا مغزِ عبادت ہے۔''

اہلِ سنت (اَشاعرہ و ماتریدیہ) کا دُعا کے متعلق عقیدہ :

دُعا کی اہمیت و اِفادیت کو اور اِس حقیقت کو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیّت و اِرادہ میں آزاد ہے، تسلیم کرتے اور اِس اَمر کے قائل ہیں کہ دُعا کو قبول کرنا اور اُس کا رَد کرنا اللہ تعالیٰ کے اِختیار میں ہے۔

---

[1] تفسیرِ کبیر ج ۲ ص ۹۲۱ [2] سُورة المؤمن آیت ۵۹

اُن کے یہاں نمازِ جنازہ کی حیثیت ایک دُعا کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی اِلتجاء کی جاتی ہے اور مغفرت اُس کی رضا پر موقوف ہے اِس سے ظاہر ہے کہ وہ دُعا کی اہمیت و اِفادیت کو مانتے ہیں، اِن ہی وجوہ سے وہ کسی جائز سبب کی وجہ سے بددُعا کی ضرر رسانی سے اِنکار نہیں کرتے، وہ اِس اَمر کے قائل ہیں کہ مظلوم کی بددُعا قبول ہوتی ہے، خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

دُعا کی اَقسام :

دُعائیں بھی دو قسم کی ہیں :

(۱) اِنفرادی دُعائیں (۲) اِجتماعی دُعائیں

اِنفرادی دُعائیں :

وہ دُعائیں ہیں جن میں واحد متکلم کے صیغے اور ضمیریں اِستعمال کی گئی ہیں اُن کا تعلق فردِ واحد کی اپنی اِصلاح و فلاح، کامیابی و کامرانی، حاجت روائی و کاربرآری و مغفرت و معافی سے ہے۔

اِجتماعی دُعائیں :

وہ دُعائیں ہیں جن میں جمع متکلم کے صیغے اور ضمیریں آتی ہیں۔ اِن دُعاؤں میں اِجتماعی شان مضمر ہے، پوری اُمت اِس میں شریک ہوتی ہے، اِسلامی معاشرہ کے تمام اَفراد اِس میں داخل ہیں۔

حیثیت کے اِعتبار سے دُعا کی چار قسمیں :

حضرت حاجی اِمداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے دُعا کی چار قسمیں بیان کی ہیں، حضرتؒ فرماتے ہیں :

> ''دُعا کی چار قسمیں ہیں : اَوّل: دُعائے فرض، مثلاً نبی کو حکم ہوا کہ اپنی قوم کے لیے ہلاکت کی دُعا کرے، بس اُسے یہ دُعا کرنا فرض ہے۔ دوم: دُعائے واجب، جیسے دُعائے قنوت۔ سوم: دُعائے سنت، جیسے بعد تشہد اور اَدعیہ ماثورہ۔ چہارم: دُعائے عبادت، جیسا کہ عارفین کرتے ہیں اور اِس سے محض عبادت مقصود ہے کیونکہ دُعا میں تذلل (عجز و اِنکساری کا اِظہار) ہے اور تذلل حق تعالیٰ کو محبوب ہے۔''

نظامِ اَذکار واَدعیہ کی غایت :

نظامِ اَذکار واَدعیہ کی غایت یہ ہے کہ ''اللہ کا ذکر'' اللہ کی یاد اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے دِل ودماغ میں ایسی رچ بس جائے کہ اُس کی کوئی حرکت اللہ کی یاد سے خالی نہ ہو۔ وہ کام کرے گا تو بسم اللہ پڑھ کر کرے گا، ہرنعمت پر اُس کا شکر اَدا کرے گا، ہرکوتاہی اور قصور پر اُس کے آگے معافی مانگے گا، حاجت کے وقت اُس کے حضور میں ہاتھ پسارے گا، ہر مشکل میں اُس کو پکارے گا، ہر مصیبت میں انا للہ کہے گا، کبریائی وعظمت کے موقع پر بے ساختہ اُس کے منہ سے اللہ اکبر نکلے گا، ہرمعاملہ میں اُس کے آگے ہاتھ پھیلائے گا، کوئی بُری بات کان میں پڑے گی وہ معاذاللہ اور نعوذباللہ کہے گا، ہرنامناسب بات پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے الفاظ اُس کی زبان پر جاری ہوجائیں گے، اُٹھتے بیٹھتے ہرکام اور ہربات پر الحمد للہ ، سبحان اللہ ، ماشاء اللہ ، انشاء اللہ جیسے بابرکات کلمات اُس کی زبان سے اَدا ہوتے رہیں گے، یہ اللہ سے اُس کی محبت وتعلق کا نہایت بیّن ثبوت ہوگا۔

ذکراللہ کرنے والوں کی شان یہ ہے کہ دُنیا کے معالات اور تجارت میں لگے ہوئے ہیں پھر بھی دِل اُن کے کہیں اور ہی اَٹکے ہوتے ہیں، نہ اُن سے فرائض کی اَدائیگی میں غفلت ہوتی ہے اور نہ وہ اَدائے حقوق میں سستی کرتے ہیں۔ اُن کی زبان بارك اللہ ، یرحمك اللہ ، یغفراللہ ، رحمة اللہ ، واللہ ، باللہ ، الا اللہ اور اُردو میں اللہ کی رحمت ہو، اللہ ہدایت دے، اللہ برکت دے، اللہ صحت دے، اللہ رکھے، اللہ عافیت دے، اللہ خیریت سے پہنچائے، اللہ توفیق دے، اللہ خیر کرے، اللہ بخشے، اللہ رحم کرے، اللہ معاف کرے، اللہ کی پناہ، وغیرہ جملوں سے تر رہتی ہے۔

صوفیہ کے اَوراد و اَذکار:

صوفیہ کا طریقۂ سلوک، اَورادواَذکار اور اَشغال واَعمال کا دستورالعمل جو اِصلاحِ اَعمال و اَحوال کا کامیاب تجرباتی طریقۂ کار ہے اِس نظام کا ایک حصہ ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ آیت شریفہ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ.(سُورة المُزمّل: ٨) ''اور آپ اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو'' کی تفسیر میں رقمطراز ہیں :

ترجمہ: ''یعنی آپ اپنے پروردگار کا نام ہمیشہ یاد کرتے رہیں، ہر وقت اور ہر کام میں اور ہر عبادت کے ساتھ خواہ اُس کے اَثناء میں ہو اور خواہ اُس کے اَوّل و آخر میں، خواہ زبان سے ہو، خواہ لطیفۂ قلب سے اور خواہ رُوح سے اور خواہ سِری ہو، خواہ خفی اور خواہ اِخفٰی، اور خواہ نفس سے ہو، خواہ دِن میں ہو، خواہ رات میں، ذکرِ لسانی سراً ہو یا جہراً اور چاہے پوشیدہ ہو، اور پروردگار کا نام خواہ اسمِ ذات ہو یا اسمِ اشارہ ''ھو'' سے ہو یا اَسماءِ حُسنٰی میں سے کسی ایک نام سے ہو، جو نام سالک کی ذات اور اُس کے حال اور وقت کے زیادہ مناسب ہو، پھر اسمِ ذات یا کلمہ طیّبہ کے ضمن میں نفی و اَثبات کے ساتھ، خواہ سُبحان اللّٰہ ، الحمد للّٰہ ، اللّٰہ اکبر اور لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ کے ساتھ اور دُوسرے مسنون اَذکار کے ساتھ ہو، اور خواہ کیفیتِ ذکر یک ضربی ہو خواہ دوضربی یا اِس سے بھی زیادہ، خواہ حبسِ نفس کے ساتھ ہو یا حبسِ دَم کے بغیر، برزخ کے بغیر ہو یا برزخ کے ساتھ، خواہ سہ رکنی ہو یا ہفت رکنی، خواہ شرائطِ عشرہ کے ساتھ ہو (یعنی شد، مد، تحت، فوق، محاربہ، مراقبہ، محاسبہ، مواعظ، تعظیم اور حرمت) یا اِن شرائط وغیرہ کے بغیر دُوسری خصوصیات کے ساتھ ہو جو ماہرینِ اہلِ طریقت کی وضع و اِستنباط کی ہوئی ہیں، قرآن کہتا ہے :

''اگر تمہیں خود علم نہیں ہے تو نصیحت کا علم رکھنے والوں سے پوچھ لو۔'' (الانبیاء : ۷)

دس کلماتِ اَذکار کا تذکرہ جن کا ہر شریعت میں رواج و معمول رہا :

حضرت شاہ عبدالعزیز مُحدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے دس کلماتِ اَذکار کے متعلق تفسیر ''فتح العزیز'' میں رقمطراز ہیں :

''دراین جا باید دانست کہ اذکارِ عشرہ کہ تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل و توحید و حوقل و حسبلہ و بسملہ و استعانت و تبارک است، و در ہر شریعت صیغ مختلفہ آنہا رائج و معمول است''۔

''یہاں اِس حقیقت کو سمجھ لینا چاہیے کہ اَذ کارِ عشرہ (۱) سبحان اللّٰہ کہنا (۲) الحمد للّٰہ کہنا (۳) اللّٰہ اکبر کہنا (۴) کلمہ لاالہ الا اللّٰہ پڑھنا (۵) وحدہ لا شریك له کہنا (۶) لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ کہنا (۷) حسبنا اللّٰہ کہنا (۸) بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم کہنا (۹) اللہ تعالیٰ سے اِستعانت مانگنا (۱۰) برکت مانگنا۔ مذکورہ بالا دس کلمات ہر شریعت میں مختلف الفاظ اور صیغوں کے ساتھ رائج اور قابلِ عمل ہیں''۔

دُعا مانگنے کا سادہ اور آسان طریقہ :

دُعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کی جائے پھر رب العالمین کے حضور میں عرض مدّعا کیا جائے، اِس اَنداز سے جو دُعا کی جائے گی وہ قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ (اَبوبکر الجصاص، اَحکام القرآن ۱/۴۲)

دُعا نہایت عاجزی و اِنکساری سے کرنی اور خاموشی سے مانگنی چاہیے، اِس طرح دِکھاوے اور شہرت کا خطرہ نہیں رہتا، خاموشی سے دُعا مانگنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ دُعا میں خوف و طمع دونوں ہونی چاہئیں، قبولیت کی اُمید اور گناہوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے رَد ہونے کا کھٹکا رہنا چاہیے۔ نا اُمیدی بھی کفر ہے اور بے جا اِعتماد اور گھمنڈ بھی اچھا نہیں۔

دُعا اور تعوذ کی مثال :

اَدعیہ و تعوذاتِ ماثورہ ہتھیار کی حیثیت رکھتے ہیں، ہتھیار کی قدر و قیمت چلانے والے سے ہوتی ہے اُس کی دھار سے نہیں، اِس میں کامیابی کے لیے حسبِ ذیل تین شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے : (۱) ہتھیار درست ہو (۲) چلانے والے کے ہاتھوں میں جان ہو، سوجھ بوجھ بھی اچھی ہو (۳) کسی قسم کی رُکاوٹ بھی موجود نہ ہو، پھر نتیجہ صحیح نکلتا ہے۔

مذکورہ بالا تین شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو نتیجہ صحیح نہیں نکلے گا چنانچہ ضروری ہے کہ (۱) دُعا کے الفاظ صحیح یاد ہوں (۲) دُعا مانگنے والے کے دِل و زبان میں موافقت ہو جو زبان سے اَدا ہو دِل بھی اُس کا ہمنوا ہو (۳) کوئی اور چیز قبولیتِ دُعا سے مانع موجود نہ ہو پھر نتیجہ صحیح برآمد ہوتا ہے ورنہ نہیں۔

تین طریقوں سے دُعاؤں کا آغاز :

دُعاؤں کا آغاز تین طریقوں سے کیا جاتا ہے اور یہ تینوں طریقے مسنون دُعاؤں میں پائے جاتے ہیں، اُن میں کون سا طریقہ سب سے بہتر ہے ؟ اِس کی طرف علاّمہ اِبن القیم الجوزیؒ نے اِشارہ کیا ہے چنانچہ وہ التفسیر القیم میں رقم طراز ہیں :

''دُعائیں تین طرح سے مانگی جاتی ہیں : اَوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اُس کے اَسماء وصفات کا واسطہ دے کر دُعا مانگی جائے جیسا کہ قرآنِ پاک میں اِرشاد ہے :
﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾. (سُورۃ الاعراف : ۱۸۰) اور اَسماءِ حسنیٰ (اچھے نام) اللہ ہی کے ہیں، اُس کو اُن ہی ناموں سے پُکارو۔
دُوسرے یہ کہ تم اپنی حاجت، درماندگی، ذِلت وعاجزی کا اِظہار کرو اور سائل بن کر مانگو جیسے یوں کہو : اَنَا الْعَبْدُ الْفَقِيْرُ الْمِسْكِيْنُ الْبَائِسُ الْمُسْتَجِيْرُ وغیرہ۔
تیسرے یہ کہ تم اُس کے آگے ہاتھ پسارو، اُس سے اِلتجاء اور درخواست کرو لیکن جو حاجت ہے اُس کا ذکر نہ کرو۔
یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ اَسماءِ حسنیٰ میں سے کسی اِسم کا وِرد تکرار کی وجہ سے ذکر کی حیثیت اِختیار کر لیتا ہے یا پھر دُعا کی صورت اِختیار کر جاتا ہے اِس لیے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کا ہر نام دُعا گو کی کسی ضرورت سے تعلق رکھتا ہے۔
پہلی قسم، دُوسری قسم سے زیادہ بہتر وزیادہ کامل ہے اور دُوسری قسم، تیسری سے زیادہ اچھی اور کامل تر ہے، جس دُعا میں یہ تینوں باتیں جمع ہو جائیں وہ اِن میں سب سے زیادہ کامل وجامع طریقۂ دُعا ہے۔''

رسالتِ مآب ﷺ کی دُعاؤں میں یہ تینوں باتیں پائی جاتی ہیں، حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی دُعاؤں میں بھی یہ تینوں خوبیاں یکجا موجود ہیں چنانچہ آپ کی مشہور دُعا ہے :

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا .

''اے اللہ ! بے شک میں نے اپنی جان پر بہت ہی ظلم ڈھایا ہے۔''

یہ تو سائل کا حال ہے۔ پھر جس سے درخواست کی جارہی ہے اُس کی صفت کا ذکر اِس طرح کیا جاتا ہے : وَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ اور بے شک تیرے سوا گناہوں کو معاف کرنے والا کوئی نہیں پھر فرمایا فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ سو آپ اپنی طرف سے مجھے بخش دیجئے ۔اِس جملے میں اپنی حاجت کا ذکر ہے اور دُعا کا خاتمہ دو اَسماءِ حسنٰی غفور اور رحیم پر کیا گیا جو مطلوب کے مناسب اور اُس کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہیں چنانچہ خاتمہ ٔ دُعا میں کہا گیا ہے : اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ بلاشبہ آپ ہی بخشنے والے مہربان ہیں۔

لفظ اَللّٰھُمَّ سے دُعاؤں کا آغاز:

اکثر و بیشتر دُعاؤں کا آغاز اَللّٰھُمَّ کے لفظ سے ہوتا ہے۔مشہور تابعی و نامور محدّث اَبورَجاء عمران بن ملحان عطاردیؒ (المتوفی ۱۰۵ھ) کا قول ہے کہ اَللّٰھُمَّ کے لفظ میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کے اَسرار جمع ہیں۔

مشہور اِمامِ لغت نضر بن شمیل بصریؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ اللہ تعالیٰ کے تمام اَسماء کا جامع ہے۔

دُعا میں حضورِ قلب :

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ''مہمّات الدعاء'' میں رقمطراز ہیں :

''صرف زبانی دُعا کہ آموختہ سا رَٹا ہوا پڑھ دیا، نہ خشوع نہ خشیت، نہ دل میں اپنی عاجزی کا تصور، یہ خالی اَز معنی دُعا کیا ہوئی ؟ ''

دُعا میں جب تک کہ پورے طور پر قلب کو حاضر نہ کرے گا اور عاجزی اور فروتنی کے آثار اُس پر نمایاں نہ ہوں گے، ایسی دُعا، دُعا نہیں خیال کی جاسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ تو قلب کی حالت کو دیکھتے ہیں۔

یہ اَمر بھی ملحوظِ خاطر رہنا چاہیے کہ حصولِ مقصد کے لیے موقع و محل کے اِعتبار سے صحیح تدبیر اِختیار کرنا لازمی اَمر ہے۔ جنگِ بدر کے موقع پر حضورِ اکرم ﷺ نے جنگی تیاری بھی کی اور دُعا بھی مانگی اِس طرح ہر مسلمان کے لیے زندگی کے مسائل کو حل کرنے کے لیے اِن دونوں باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اِس زمانے میں خواتین اور مرد سب ہی تعویذ گنڈوں کے چکر میں ہزاروں روپے لوگوں کو دیتے ہیں اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ پیر فقیر یہ کہہ کر چھوٹ جاتے ہیں کہ ہم نے توڑ کیا تھا، اُس نے پھر جادُو کر دیا اِس طرح ساری عمر اور وقت بھی ضائع کرتے اور رقم بھی برباد کرتے ہیں۔ یہ نتیجہ رسول اللہ ﷺ کی اُن تعلیمات اور موقع و محل کی دُعا اور ذکر سے گریز کا ہے جو بنی نوع اِنسان کی گوناگوں پریشانیوں سے نجات کے لیے اِس مجموعہ میں موجود ہیں۔

اِن اَذکار اور دُعاؤں سے اِنشاء اللہ پریشانیوں سے نجات بھی حاصل ہوگی اور اَجر و ثواب بھی ملے گا اور اِنسان کا اللہ تعالیٰ سے بندگی کا رشتہ بھی بندھا رہے گا بلکہ تعلق و رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا رہے گا اور اِیمان پر خاتمہ نصیب ہوگا مسلمان کی یہی سب سے بڑی آرزو اور کامیابی ہے۔

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

اَزرُوئے نسب اَور اَزرُوئے مصاہرت سات قسم کی عورتیں حرام کی گئی ہیں :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ حُرِّمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ وَمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ ، ثُمَّ قَرَأَ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ....... اَلْاٰيَة.[1]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے (آپ فرماتے ہیں) کہ اَزرُوئے نسب بھی سات قسم کی عورتیں حرام کی گئی ہیں اور اَزرُوئے مصاہرت بھی سات قسم کی عورتیں حرام کی گئی ہیں۔''

ف : اَزرُوئے نسب جو سات رشتے دَار عورتیں حرام کی گئی ہیں وہ یہ ہیں :
(۱) ماں (۲) بیٹی (۳) بہن (۴) پھوپھی (۵) خالہ (۶) بھانجی (۷) بھتیجی۔

''مصاہرت'' اُس رشتے اور قرابت کو کہتے ہیں جو نکاح کے ذریعے قائم ہو جسے سسرالی رشتہ بھی کہا جاتا ہے چنانچہ مصاہرت یعنی سسرالی رشتہ کی وجہ سے جو سات عورتیں حرام قرار دی گئی ہیں اُن میں سے چار تو ہمیشہ کے لیے حرام ہوتی ہیں اُن سے کسی حال میں بھی اور کسی وقت بھی نکاح کرنا جائز نہیں ہوتا، وہ چار عورتیں یہ ہیں : (۱) بیوی کی ماں یعنی ساس (۲) بیٹے اور پوتے کی بیویاں یعنی بہو اور پوت بہو (۳) باپ اور دادا کی بیویاں یعنی سوتیلی ماں، سوتیلی دادی، پردادی (۴) اپنی اُس بیوی کی بیٹی جس سے صحبت کر چکا ہو۔

سسرالی رشتے کی وہ تین عورتیں جو ایک خاص وقت تک حرام ہیں ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہیں وہ یہ ہیں : (۱) بیوی کی بہن یعنی سالی (۲) بیوی کی پھوپھی (۳) بیوی کی خالہ۔

---

[1] بخاری شریف ج ۲ ص ۷۶۵ باب مایحل من النساء وما یحرم ، مشکوۃ شریف ج ۱ ص ۲۷۵

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے دلیل کے طور پر قرآنِ کریم کی آیت ﴿ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھَاتُکُمْ ﴾ تلاوت کی، اِس آیت میں نسبی طور پر جو سات عورتیں حرام قرار دی گئی ہیں اُن کا ذکر ہے اور سسرالی رشتہ کی وجہ سے جو عورتیں حرام ہیں اُن میں سے اَکثر کا ذکر اِس آیت میں ہے اور کچھ کا حدیث پاک میں ہے۔

قیامت کا علم اُن پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ سَلُوْنِیْ فَھَابُوْہُ اَنْ یَّسْئَلُوْہُ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَجَلَسَ عِنْدَ رُکْبَتَیْہِ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَا الْاِ سْلَامُ، قَالَ لَا تُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّ تُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ صَدَقْتَ. قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَا الْاِیْمَانُ. قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکِتَابِہٖ وَلِقَائِہٖ وَرُسُلِہٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ کُلِّہٖ قَالَ صَدَقْتَ. قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَا الْاِحْسَانُ قَالَ اَنْ تَخْشَی اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنَّکَ اِنْ لَّا تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ، قَالَ صَدَقْتَ.

قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی تَقُوْمُ السَّاعَۃُ قَالَ مَاالْمَسْؤُلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَسَاُحَدِّثُکَ عَنْ اَشْرَاطِھَا اِذَا رَاَیْتَ الْمَرْاَۃَ تَلِدُ رَبَّھَا فَذَاکَ مِنَ اَشْرَاطِھَا وَاِذَا رَاَیْتَ الْحُفَاۃَ الْعُرَاۃَ اَلصُّمَّ الْبُکْمَ مُلُوْکَ الْاَرْضِ فَذَاکَ مِنْ اَشْرَاطِھَا وَاِذَ رَاَیْتَ رِعَاءَ الْبُھْمِ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْیَانِ فَذَاکَ مِنْ اَشْرَاطِھَا فِیْ خَمْسٍ مِنَ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ قَرَاَ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَافِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِلٰی آخِرِالسُّوْرَۃِ ثُمَّ قَامَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ رُدُّوْہُ عَلَیَّ فَالْتُمِسَ فَلَمْ یَجِدُوْہُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامِ اَرَادَ اَنْ تَعَلَّمُوْا اِذْ لَمْ تَسْئَلُوْا.[1]

---

[1] مسلم ج ١ ص٢٩ کتاب الایمان ، بخاری ج٢ ص ٧٠٤ باب قولہٖ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ ، مشکوۃ ص١١)

حضرت اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) رسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا : مجھ سے سوال کرو، صحابہ کرام سوال کرنے سے ڈر گئے حضرت اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (اِتنے میں) ایک صاحب آئے اور حضور علیہ السلام کے گھٹنوں کے پاس بیٹھ گئے اُنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (اِسلام کے بارے میں مجھے بتائیں کہ) اِسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا (اِسلام یہ ہے کہ) تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز پڑھتے رہو، زکوۃ اَدا کرتے رہو، رمضان کے روزے رکھتے رہو۔ وہ صاحب بولے آپ نے سچ فرمایا، اُنہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ (اِیمان کے بارے میں بتلائیں کہ) اِیمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا (اِیمان یہ ہے کہ) تم اِیمان لاؤ اللہ پر، اللہ کے فرشتوں پر، اللہ کی کتابوں پر، قیامت کے دِن پر، اللہ کی ملاقات پر، اللہ کے پیغمبروں پر اور اِیمان لاؤ دوبارہ زِندہ کیے جانے پر اور اِیمان لاؤ ہر طرح کی تقدیر پر۔ وہ صاحب بولے آپ نے سچ فرمایا۔

اُنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (اِحسان کے بارے میں بتلائیے کہ) اِحسان کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا (اِحسان یہ ہے کہ تم اللہ سے ایسے ڈرو (اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی ایسے عبادت کرو) گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اُسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔ وہ صاحب بولے آپ نے سچ فرمایا۔

اُنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو بتلائیے کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا جس سے قیامت کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے وہ اِس کے متعلق سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا اَلبتہ میں تمہیں قیامت کی نشانیاں بتلائے دیتا ہوں جب تم دیکھو کہ باندی اپنی مالکہ کو جَن رہی ہے تو سمجھ لینا کہ یہ

قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، اور جب تم دیکھو کہ ننگے پاؤں والے ننگے بدن والے بہرے اور گونگے لوگ ملک کے بادشاہ بن رہے ہیں تو سمجھ لینا یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، اور جب تم دیکھو کہ جانوروں کے چرواہے اُونچی اُونچی عمارتیں بنا رہے ہیں تو سمجھ لینا کہ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔(رہا یہ کہ قیامت کب برپا ہوگی تو) اِس کا علم غیب کی اُن پانچ چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا پھر آپ نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت کی ﴿اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَافِی الْاَرْحَامِ وَمَاتَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ﴾ سورة کے آخر تک، بیشک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم وہی بارش برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ (وہ کب اور) کس زمین میں مرے گا پھر وہ صاحب اُٹھ کر چل دیے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اِنہیں میرے واپس لاؤ اِنہیں تلاش کیا گیا لیکن وہ صحابہ کو کہیں نہیں ملے، اِس پر رسول اَکرم ﷺ نے فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام تھے یہ چاہتے تھے کہ تم وہ باتیں جان لو جن کے متعلق تم نے سوال نہیں کیا۔

ف : مذکورہ حدیث، حدیثِ جبرائیل کہلاتی ہے کیونکہ یہ حدیث اُس سوال جواب پر مشتمل ہے جس کے ذریعے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بڑی خوبی کے ساتھ اِسلام و اِیمان کی حقیقت اور دین کی اَساسی باتوں کا تعارفی خاکہ پیغمبرِ اِسلام حضرت محمد ﷺ کی زبانِ مبارک سے دُنیا والوں کے سامنے پیش کرایا ہے۔

اِس حدیثِ پاک سے معلوم ہو رہا ہے کہ جبرئیلِ اَمین نے آپ ﷺ سے چار چیزوں کے متعلق اِستفسار کیا تھا : (۱) اِسلام کیا ہے (۲) اِیمان کیا ہے (۳) اِحسان کیا ہے (۴) قیامت کب آئے گی۔

آنحضرت ﷺ نے تین چیزوں کی حقیقت بتلا کر چوتھی چیز کے بارے میں فرمایا کہ یہ اُن پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں، وہ پانچ چیزیں یہ ہیں : (۱) قیامت کا علم کہ وہ کب آئے (۲) بارش کا علم کہ وہ کب اور کہاں برسے گی (۳) ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا ہے یا لڑکی (۴) اِنسان کل کیا کرے گا (۵) اِنسان کو کہاں موت آئے گی۔

تذکرۃ الاولیاء میں اِمامِ اعظم حضرت اِمام اَبوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے، جی چاہتا ہے کہ اِس موقع پر درج کردیا جائے کیونکہ ایک تو یہ واقعہ حدیثِ پاک سے مناسبت رکھتا ہے دُوسرے اِس سے اِمام عالی مقامؒ کی علمی شان بھی واضح ہوتی ہے، شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

''وگویند خلیفۂ عہد بخواب دید ملک الموت را ازو پرسید کہ عمرِ من چند ماندہ است، ملک الموت پنج اَنگشت برداشت وبداں اشارت کرد، تعبیرِ ایں خواب اَز بسیار کس پرسید معلوم نمی شد، اَبوحنیفہ را پرسید، گفت اِشارت پنج اَنگشت بہ پنج علم اَست، یعنی آں پنج علم کس نہ داند وایں پنج علم دریں آیہ است کہ حق تعالیٰ می فرماید اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَافِی الْاَرْحَامِ وَمَاتَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (تذکرۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۹۰)

کہتے ہیں کہ خلیفۂ وقت نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا تو اُن سے دریافت کیا کہ میری عمر کس قدر باقی رہ گئی ہے؟ ملک الموت نے پانچوں اُنگلیاں اُٹھا کر اُن سے اِشارہ کردیا۔ بادشاہ نے اِس خواب کی تعبیر بہت لوگوں سے معلوم کی لیکن پتہ نہیں چل سکا، آخر اِمام اَبوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کی، آپ نے فرمایا : پانچ اُنگلیوں سے اِشارہ اُن پانچ چیزوں کے علم کی طرف ہے جن کا علم اللہ نے کسی کو نہیں دیا، اُن پانچ چیزوں کے علم کا تذکرہ اِس آیت میں ہے ﴿اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَافِی الْاَرْحَامِ وَمَاتَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا

وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ﴾ بیشک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم، وہی بارش برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ (کب اور) کس زمین میں مرے گا ؟

یاد رہے کہ مذکورہ بالا حدیثِ پاک سے اُن لوگوں کی بڑی واضح تردید ہورہی ہے جو حضور علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ عالم الغیب ہیں آپ کو اَزل سے لے کر اَبد تک کی تمام چیزوں کا، کائنات کے ذرّے ذرّے پتے پتے اور ہر ڈھکی چھپی چیز کا علم ہے، اگر ایسا ہوتا تو آپ قیامت کے وقوع کے متعلق سوال کا جواب ضرور دیتے اور یہ نہ فرماتے کہ قیامت کے وقوع کا علم اُن چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

وفیات

۷ر نومبر کو جمعیت علمائے اِسلام لاہور کے نائب اَمیر جناب سیٹھ عبدالوہاب صاحب لاہور میں وفات پاگئے۔

۲۰ر نومبر کو جامعہ مدنیہ لاہور کے سابق مفتی حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحبؒ کی صاحبزادی (اہلیہ مولانا قاری قیام الدین صاحب) پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں اِنتقال فرماگئیں۔

۱۵ر نومبر کو جناب عقیل اَحمد صاحب کی خالہ صاحبہ طویل علالت کے بعد وفات پاگئیں۔

گزشتہ ماہ خرم بٹ صاحب کی خوشدامن صاحبہ لاہور میں وفات پاگئیں۔

گزشتہ ماہ بھائی اَصغر صاحب کی والدہ صاحبہ طویل علالت کے بعد قصور میں وفات پاگئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں اَعلیٰ مقام عطا فرمائے اَور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اَور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

ماہِ صفر کے اَحکام اور جاہلانہ خیالات

﴿ جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، راولپنڈی ﴾

ماہِ صفر کا ''صفر'' نام رکھنے کی وجہ :

ماہِ صفر کو ''صفر'' کہنے کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ صفر کے معنٰی لُغت میں خالی ہونے کے آتے ہیں اور اِس مہینہ میں عرب کے لوگوں کے گھر عموماً خالی رہتے تھے کیونکہ چار مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اَور رجب) میں مذہبی طور پر اُن کو جنگ اور لڑائی نہ کرنے اور مذہبی عبادت انجام دینے کا بطورِ خاص پابند کیا گیا تھا اور محرم کا مہینہ گزرتے ہی اِس جنگجو قوم کے لیے مسلسل تین مہینوں کی یہ پابندی ختم ہو جاتی تھی لہٰذا وہ لوگ جنگ لڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے۔ (تفسیر ابنِ کثیر بتغیر ج ۲ ص ۳۵۴)

ماہِ صفر کے ساتھ ''مظفَّر'' لگانے کی وجہ :

عام طور پر صفر کے ساتھ مظفر یا خیر کا لفظ لگایا جاتا ہے یعنی کہا جاتا ہے ''صفر المظفر'' یا ''صفر الخیر'' اِس کی وجہ یہ ہے کہ مظفر کے معنٰی کامیابی و کامرانی والی چیز کے ہیں اور خیر کے معنٰی نیکی اور بھلائی کے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں کیونکہ صفر کے مہینے کو منحوس مہینہ سمجھا جاتا تھا اور آج بھی اِس مہینہ کو بہت سے لوگ منحوس بلکہ آسمان سے بلائیں اور آفتیں نازل ہونے والا سمجھتے ہیں اور اِسی وجہ سے اِس مہینہ میں خوشی کی بہت سی چیزوں (مثلاً شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات) کو منحوس یا معیوب سمجھتے ہیں جبکہ اِسلامی اِعتبار سے اِس مہینہ سے کوئی نحوست وابستہ نہیں اور اِسی وجہ سے اَحادیثِ مبارکہ میں اِس مہینہ کے ساتھ نحوست وابستہ ہونے کی سختی کے ساتھ تردید کی گئی ہے اِس لیے صفر کے ساتھ ''مظفر'' یا ''خیر'' کا لفظ لگا کر ''صفر المظفر'' یا ''صفر الخیر'' کہا جاتا ہے تاکہ اِس کو منحوس اور شر و آفت والا مہینہ نہ سمجھا جائے بلکہ کامیابی والا اور بامراد نیز خیر کا مہینہ سمجھا جائے اور اِس مہینے میں اَنجام دیے جانے والے کاموں کو نامراد اور منحوس سمجھنے کا تصور اور نظریہ ذہنوں سے نکل جائے۔

ماہِ صفر کے متعلق نحوست کا عقیدہ اور اُس کی تردید :

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ زمانۂ جاہلیت میں ماہِ صفر کے متعلق بکثرت مصیبتیں اور بلائیں نازل ہونے کا اِعتقاد رکھا جاتا تھا اور آج مذہبی لوگوں نے بھی اِس مہینہ کو مصیبتوں اور آفتوں سے بھرپور قرار دیا ہے حتی کہ لاکھوں کے حساب سے آفات اور بلیات کے نازل ہونے کی تعداد بھی نقل کردی ہے اور اِسی پر اِکتفاء نہیں کیا بلکہ (نعوذ باللہ) جلیل القدر اَنبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی اِس مہینہ میں مبتلاءِ مصیبت ہونا قرار دیا ہے اور پھر خود ہی اُنہوں نے اِن مصیبتوں سے بچنے کے طریقے بھی ذکر کردیے ہیں، یہ سب منگھڑت اور اپنی طرف سے بنائی ہوئی باتیں ہیں جن کی قرآن وحدیث، صحابہ وتابعین، ائمہ مجتہدین اور سلفِ صالحین میں سے کسی سے بھی کوئی صحیح سند نہیں کیونکہ قرآن وسنت کی رُو سے بنیادی طور پر خود نحوست اور اِس مہینہ میں مصیبتوں اور آفتوں کا نازل ہونا ہی باطل ہے بلکہ یہ جاہلیت کا اِیجاد کردہ نظریہ ہے تو اِس پر جو بنیاد بھی رکھی جائے گی وہ یقیناً باطل اور غلط ہی ہوگی۔ رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے صاف اور واضح اِرشادات کے ذریعے زمانۂ جاہلیت کے توہمات اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام باطل خیالات اور صفر کے متعلق وجود میں آنے والے تمام نظریات کی تردید اور نفی فرمادی ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ زمانۂ جاہلیت میں جن جن طریقوں سے نحوست، بدفالی اور بدشگونی لی جاتی تھی اُن سب کی بھی مکمل طور پر نفی اور تمام مسلمانوں کو اِس قسم کے توہمات سے بچنے کی تاکید فرمادی ہے بلکہ وہ تمام اَوہام وخرافات جن سے عرب کے مشرکین لرزہ بر اَندام رہتے تھے اور جن کو وہ بذاتِ خود دُنیا کے نظام پر اَثر ڈالنے والے اور دُنیا کے حالات کو بدلنے والے سمجھتے تھے، آنحضرت ﷺ نے اُن کا طلسم توڑ دیا اور اعلان فرمایا کہ اِن کی کوئی اَصل نہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ وَلَا ھَامَۃَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ کَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ. (بخاری شریف)

''حضرت اَبوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ ایک کی بیماری کا (اللہ کے حکم کے بغیر خود بخود) دُوسرے کو

لگ جانا ، بدفالی اور نحوست اور صفر (کی نحوست وغیرہ) یہ سب باتیں بے حقیقت ہیں اور مجذوم (کوڑھی) شخص سے اِس طرح بچو اور پرہیز کرو جس طرح شیر سے بچتے ہو۔''

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰی وَلَا هَامَةَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ . (صحیح مسلم ، ابوداو'د)

''حضرت اَبوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرض کا (خود بخود بغیر حکمِ اِلٰہی کے) دُوسرے کو لگ جانا ، اُلّو ، ستارہ اور صفر (کی نحوست وغیرہ) کی کوئی حقیقت نہیں (وہم پرستی کی باتیں ہیں)۔''

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاعَدْوٰی وَلَا غُوْلَ وَلَا صَفَرَ . (مسلم)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ مرض کا (خود بخود) لگ جانا اور غولِ بیابانی اور صفر (کی نحوست) کی کوئی حقیقت نہیں۔''

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْعِیَافَةُ وَالطِّیَرَةُ وَالطَّرْقُ مِنَ الْجِبْتِ.
(ابوداو'د ، ابن ماجه ، احمد)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پرندوں کی بولی ، اُن کے اُڑنے (یا اُن کے نام) سے فال لینا اور کنکری پھینک کر (یا خط کھینچ کر) حال معلوم کرنا شیطانی کام (یا جادُو کی قسم) ہے۔''

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَطَیَّرَ اَوْ تُطُیِّرَلَهٗ اَوْتَكَهَّنَ اَوْتُكُهِّنَ لَهٗ اَوْ سَحَرَ اَوْسُحِّرَلَهٗ وَمَنْ اَتٰی كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ . (مُسند بزار)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو خود بُری فال (بدشگونی)

لے یا جس کے لیے بُری فال لی جائے یا جو خود کہانت کرائے یا جس کے لیے کہانت کرائی جائے یا جو خود جادُو کرے یا جس کے لیے جادُو کیا جائے، اور جو شخص کسی کاہن کے پاس آیا اور اُس کی باتوں کی تصدیق کی تو اُس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ چیز (قرآن و شریعت) کا (ایک طرح سے) کفر کیا۔''

خلاصہ یہ ہے کہ اِسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ تمام خیالات باطل ہیں بلکہ نقل کے خلاف ہونے کے علاوہ عقل کے بھی خلاف ہیں۔

ماہِ صفر سے متعلق بعض روایات کا تحقیقی جائزہ :

منگھڑت اور اِیجاد کردہ باتوں کی کوئی بنیاد تو ہوتی نہیں لیکن جب جاہلوں یا اُن کے گمراہ کن رہنماؤں سے اِن باتوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جو عوام میں مشہور ہو گئی ہیں تو وہ منگھڑت روایتیں اور غلط سلط دلیلیں پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں چنانچہ صفر کے مہینے کے منحوس ہونے کے متعلق بھی اِسی قسم کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :

مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ بَشَّرْتُہٗ بِالْجَنَّةِ .(موضوعات ملا علی قاریؒ ص ۶۹)

''جو شخص مجھے (یعنی بقول اُن لوگوں کے حضور ﷺ کو) صفر کے مہینے کے ختم ہونے کی خوشخبری دے گا میں اُس کو جنت کی بشارت دُوں گا۔''

اِس روایت سے یہ لوگ صفر کے مہینہ کے منحوس اور نامراد ہونے کی دلیل پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صفر میں نحوست تھی اِسی لیے تو نبی ﷺ نے صفر صحیح سلامت گزرنے پر جنت کی بشارت دی ہے۔

اِس سلسلے میں یاد رکھنا چاہیے کہ اَوّل تو یہ حدیث ہی صحیح نہیں بلکہ منگھڑت اور موضوع ہے یعنی حضور ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ اِس کا ثبوت نہیں بلکہ بعد کے لوگوں نے خود گھڑ کر اِس کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کر دی ہے چنانچہ خود ملا علی قاری رحمہ اللہ جو بہت بڑے جلیل القدر محدث ہیں وہ اِسے اپنی کتاب الموضوعات الکبیر میں درج فرما کر اِس کو بے بنیاد اور بے اَصل قرار دے رہے ہیں۔

دُوسرے اِس منگھڑت روایت کے مقابلے میں بے شمار صحیح اَحادیث صفر کے منحوس اور نامراد

ہونے کی نفی کر رہی ہیں لہٰذا صحیح اَحادیث کے مقابلہ میں موضوع (منگھڑت) روایت پیش کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔

تیسرے بذاتِ خود اِس روایت میں صفر کے مہینہ کے منحوس ہونے کی کوئی دلیل بلکہ اِشارہ تک بھی نہیں، لہٰذا اِس روایت کے الفاظ سے صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنا صرف اپنا اِختراع اور خیال ہے چنانچہ اِس روایت کے الفاظ پر غور کرنے سے ہر صاحبِ عقل اِس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

چوتھے تھوڑی دیر کے لیے اِس روایت کے موضوع اور منگھڑت ہونے سے نظر ہٹا کر دُوسرے قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے اگر غور کیا جائے تو اِس کا صحیح مطلب اُن لوگوں کے بالکل خلاف جاتا ہے چنانچہ اِس کا صحیح مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وصال ربیع الاوّل کے مہینے میں ہونے والا تھا اور آپ ﷺ وصال کے بعد اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے مشتاق تھے جس کی وجہ سے آپ کو ماہِ صفر کے گزرنے اور ربیع الاوّل کے شروع ہونے کی خبر کا اِنتظار تھا اور ایسی خبر لانے پر آپ ﷺ نے اِس بشارت کو مرتب فرمایا۔ تصوف کی بعض کتابوں میں اِسی مقصد کے لیے اِس روایت کو ذکر کیا گیا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ اِس روایت کا صفر کی نحوست سے دُور کا بھی تعلق نہیں بلکہ یہ مضمون اور مفہوم خود ساختہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک صورت میں خود یہ روایت خود ساختہ ہے اور دُوسری صورت میں اِس کا مضمون خود ساختہ ہے کسی پہلو سے بھی اِس روایت سے صفر کے مہینہ کا منحوس ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

(ماخوذ اَز ''بدشگونیاں، بدفالیاں اور توہمات'' اَز مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی بتغیر و اِضافہ)

ماہِ صفر کی آخری بدھ کی شرعی حیثیت اور اُس سے متعلق بدعات :

بہت سے لوگ ماہِ صفر کی آخری بدھ کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں اِس کو ''سیر بدھ'' کے نام سے مشہور کیا گیا ہے، کہا جاتا ہے کہ صفر کی آخری بدھ کو آنحضرت ﷺ نے غسلِ صحت فرمایا تھا اور سیر تفریح فرمائی تھی اِسی لیے بعض ناواقف اور سادہ لوح مسلمان مرد اور عورتیں اِس دن باغات اور سیر گاہوں میں سیر و تفریح کے لیے جاتے ہیں، شرینی اور چُوری تقسیم کرتے ہیں، بعض علاقوں میں

گھونگنیاں (پکے ہوئے چنے) تقسیم کرتے ہیں، عمدہ قسم کے کھانے پکانے کا اہتمام کرتے ہیں اِس دن خوشی وتہوار مناتے ہیں کاریگر اور مزدور کام نہیں کرتے اپنے مالک سے مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں، بعض مکتبوں میں بھی اِس دن چھٹی کی جاتی ہے اور اِس سلسلے میں ایک شعر بھی گھڑلیا ہے جس کا مضمون یہ ہے:

آخری چہار شنبہ آیا ہے غسلِ صحت نبی نے پایا ہے

حالانکہ یہ تمام باتیں منگھڑت ہیں اِسلامی اِعتبار سے ماہِ صفر کی آخری بدھ کی کوئی خاص اہمیت اور اِس دن شریعت کی طرف سے کوئی خاص عمل مقرر نہیں ہے۔ اِس سلسلہ میں ایک لطیفہ بھی منقول ہے کہ ایک نوابزادے نے اپنے اُستاد سے اِس تاریخ میں عیدی مانگی، اُنہوں نے شعر کے اَنداز میں اِس عیدی کو بہت اچھے طریقے پر رَد کردیا ؂

آخری چہار شنبہ ماہِ صفر ہست چوں چہار شنبہ ہائے دِگر
نہ حدیثی شد درآں وارِد نہ دَرو عید کرد پیغمبر

''صفر کے مہینے کی آخری بدھ دُوسرے مہینوں کی آخری بدھ کی طرح ہے اِس بارے میں کوئی خاص حدیث یا واقعہ ثابت نہیں اور نہ ہی اِس میں نبی ﷺ نے کوئی عید منائی ہے۔'' (زوال السنۃ عن اعمال السنۃ ص ۸)

بعض لوگ اِس دن گھروں میں اگر مٹی کے برتن ہوں تو اُن کو توڑ دیتے ہیں، اِسی دن بعض لوگ چاندی کے چھلّے اور تعویذات بنا کر مختلف مصیبتوں خاص کر صفر کی نحوست سے بچنے کی غرض سے پہنا کرتے ہیں، یہ چیزیں بھی توہم پرستی میں داخل ہیں۔

لہٰذا اِس دن کاریگر اور مزدوروں کا خاص اہتمام سے چھٹی کرنا بے اَصل ہے اور مزدُوروں کا مالک سے مٹھائی وغیرہ کا مطالبہ کرنا صحیح نہیں اور اِس دِن کو دُوسرے دِنوں کی بہ نسبت زیادہ فضیلت اور ثواب والا سمجھنا بدعت ہے اور اِس دن برتن وغیرہ توڑنا اور مصیبتوں اور نحوست سے بچنے کے لیے چھلے اور تعویذ بنانا بھی شرعاً منع ہے کیونکہ یہ سب چیزیں قرآن وسنت، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، ائمہ مجتہدین اور سلفِ صالحین رحمہم اللہ کسی سے بھی ثابت نہیں، یہ سب بعد کے لوگوں کی اِیجاد ہے اور اپنی

طرف سے دین میں ایک نیا اِضافہ ہے جو خالص بدعت اور واجب الترک ہے۔

اِس دن آنحضرت ﷺ کا غسلِ صحت فرمانا کہیں ثابت نہیں بلکہ اِس دن تو رحمتِ عالم ﷺ کی اُس بیماری کی اِبتداء ہوئی تھی جس میں آپ کا وصالِ مبارک ہوا۔ اِس بارے میں مسلمانوں کے بڑے بڑے سلسلے اور مکتبۂ فکر کے حضرات متفق ہیں کہ آخری چہار شنبہ (یعنی صفر کی آخری بدھ) کے روز رحمتِ عالم ﷺ کے مرضِ وفات کا آغاز ہوا تھا، چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں :

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

''۲۸ رصفر ۱۱ رھ چہار شنبہ (بدھ) کی رات میں آپ ﷺ نے قبرستان بقیع غرقد میں تشریف لے جا کر اہلِ قبور کے لیے دُعائے مغفرت کی ، وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا اور پھر بخار ہو گیا اور یہ بخار صحیح روایات کے مطابق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اِسی حالت میں وفات ہوگئی۔'' (سیرتِ خاتم الانبیاء ص ۱۴۱)

فقیہِ وقت حضرت مولانا رشید اَحمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

''آخری چہار شنبہ کی کوئی اَصل نہیں بلکہ اِس دن جناب رسول اللہ ﷺ کو شدتِ مرض واقع ہوئی تھی تو یہودیوں نے خوشی کی تھی، وہ اَب جاہل ہندوؤں میں رائج ہوگئی نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ''. (فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۵)

بریلوی مکتبہ فکر کے اعلیٰ حضرت مولانا اَحمد رضا خان صاحب کا فتویٰ :

''آخری چہار شنبہ کی کوئی اَصل نہیں، نہ اِس دن صحت یابی حضور سیّد عالم ﷺ کا کوئی ثبوت ہے بلکہ مرضِ اَقدس جس میں وفات ہوئی اُس کی اِبتداء اِسی دن سے بتائی جاتی ہے۔'' (اَحکامِ شریعت ج ۳ ص ۱۸۳)

بریلوی مکتبۂ فکر کے ایک دُوسرے عالم مولانا اَمجد علی صاحب تحریر کرتے ہیں :

''ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے، لوگ اپنے کاروبار بند کردیتے ہیں، سیر و تفریح اور شکار کو جاتے ہیں، پوریاں پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے

ہیں خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اِس روز غسلِ صحت فرمایا تھا اور بیرونِ مدینہ سیر کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب باتیں بے اَصل ہیں بلکہ اِن دِنوں میں حضورِ اکرم ﷺ کا مرض شدت کے ساتھ تھا، لوگوں کو جو باتیں بتائی ہوئی ہیں، سب خلافِ واقع ہیں۔'' (بہارِ شریعت ج ۶ ص ۲۴۲)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کُل تیرہ دن بیمار رہے ہیں اور اِس پر بھی سب متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے پیر کے روز وصال فرمایا ہے۔ اِس حساب سے اگر دیکھا جائے تو آپ ﷺ کے مرضِ وفات کا دن بدھ ہی بنتا ہے۔ اِس طرح سے کہ بدھ سے دُوسرے بدھ تک آٹھ دن اَور جمعرات سے پیر تک پانچ دن (۸+۵=۱۳) لہٰذا مرضِ وفات کا آغاز بالاتفاق بدھ ہی کا دِن ہوا۔ مذکورہ حوالے جات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ صفر کے مہینے کی آخری بدھ رسول اللہ ﷺ کے مرضِ وفات کے آغاز کا دن تھا نہ کہ صحت یابی کا، اور آپ ﷺ کے مرضِ وفات پر خوشی کیسی ؟

دَرحقیقت بات یہ ہے کہ آخری چہار شنبہ یہودیوں اور اِیرانی مجوسیوں کی رسم ہے جو اِیران سے منتقل ہو کر ہندوستان میں آئی ہے اور یہاں کے بے دین بادشاہوں نے اِسے پروان چڑھایا۔ (''دائرہ معارفِ اِسلامیہ'' مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی ج ۱ ص ۱۸)

یہود کو آنحضرت ﷺ کے شدتِ مرض سے خوشی ہونا بالکل ظاہر اور اُن کی عداوت اور شقاوت کا تقاضہ ہے۔ (فتاوٰی محمودیہ ج ۱۵ ص ۴۱۲)

لہٰذا یہ یہود و ہنود کی خوشی کا دن تو ہوسکتا ہے مسلمانوں کا نہیں، مسلمانوں کا اِسے بطورِ خوشی منانا سخت بے غیرتی اور بے اَدبی ہے۔ مسلمانوں کا اِس دِن مٹھائی تقسیم کرنا اگرچہ آنحضرت ﷺ کے شدت مرض کی خوشی میں یا یہود کی موافقت کرنے کی نیت سے نہ ہو لیکن بہرحال یہ طریقہ غلط ہے، اِس سے بچنا لازم ہے، بغیر نیت کے بھی یہود کی موافقت کا طریقہ اِختیار نہیں کرنا چاہیے۔

مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ اِس یہودیانہ و مجوسیانہ اور ہندوانہ رسم کو اپنا کر کہیں حضورِ اَکرم ﷺ کے مرضِ وفات کا جشن منانے میں یہود و ہنود کی صورتاً موافقت تو نہیں کر رہے؟

عالمی خبریں

اَمریکی سائنسدانوں نے قرآنِ پاک کے تصورِ موت وحیات کو تسلیم کرلیا

واشنگٹن (اے این این) اِنسان کی پیدائش کے کیمیائی اور طبیعاتی وجود پر تحقیق کرنے والے امریکی سائنسدانوں نے قرآن کے تصورِ موت و حیات کو تسلیم کرتے ہوئے کہا ہے کہ اِنسان کو آسمان سے نازل کیا گیا ہے جبکہ موت کے بعد بھی حیات ہے۔

امریکہ کے ایک فزیالوجسٹ ڈاکٹر الس سلور نے کتابی شکل میں شائع کی جانے والی اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں کہا ہے کہ اِنسان زمین سے نہیں بلکہ کہیں اور سے آیا ہے زمین پر اِنسان کی آمد کسی دُوسرے سیارے یا آسمان سے ہوئی ہے۔ اِس سلسلہ میں اُنہوں نے اپنی کتاب میں بے شمار مثالیں اور ثبوت پیش کیے ہیں اور کہا کہ بلا شبہ اِس کی یہ تحقیق مسلمانوں کی آخری کتاب قرآنِ مجید کی روشنی میں کی گئی ہے جو سو فیصد سچ ثابت ہوئی ہے۔

امریکی سائنسدان نے قرآن میں موجود آیات کا ترجمہ پڑھا جس میں زمین اور آسمان کی تخلیق کے علاوہ اِنسان کی تخلیق کے بارے میں بھی آیات موجود ہیں جس پر اُنہوں نے متاثر ہو کر تقریبًا دس سال سائنسی اَنداز میں اِس کی تحقیق کی اور بالآخر اِس نتیجہ پر پہنچا کہ باقی مخلوق تو زمین میں ہی پیدا کی گئی ہے مگر حضرت اِنسان کسی دُوسرے سیارے یا آسمان سے ہی نازل ہوئے ہیں، اِس کتاب کو بڑی شہرت حاصل ہوئی ہے۔

ایک اور امریکی سائنسدان رابرٹ لانزا نے اپنی تحقیق میں کہا ہے کہ جو اِنسان دُنیا میں پیدا ہوا ہے وہ دوبارہ زِندہ کیا جائے گا، موت ایک مرحلہ ہے جس سے ہر کسی کو گزرنا ہے خواہ وہ اِنسان ہو یا جانور اُسے موت کا مزہ ضرور چکھنا ہے۔ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ میں نے قرآنِ پاک

اور اَحادیث کا بھرپور مطالعہ کیا ہے اور اپنی طویل ترین تحقیق کے بعد اِس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو کچھ قرآنِ پاک میں ہے سچ ہے۔ اِنسان کی تخلیق اور اُس کی موت ایک ایسی نادیدہ طاقت کے پاس ہے جو اُسے پیدا بھی کرتا ہے اور اُسے زندہ بھی کرے گا۔ رابرٹ لانزا نے کہا کہ موت کے بعد جب اِنسان کی رُوح پرواز کر جاتی ہے تو جسم میں کئی گھنٹے تک جان موجود ہوتی ہے جس کی طبی دُنیا نے بھی تصدیق کی ہے۔ وہ اِس تحقیق میں اِس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جس طرح اِنسان پیدائش سے لے کر بچپن، جوانی، بڑھاپے تک پہنچتا ہے اِسی طرح موت کے بعد بھی ایک مرحلہ موجود ہے، بے شمار سائنسی مثالیں پیش کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ قرآن وہ کتاب ہے جو بلاشبہہ خداوندکریم کا کلام ہے اُسی خدا نے توارت، زبور اور اِنجیل بھی اُتاری۔

امریکی سائنسدان نے یہ بھی کہا کہ تمام کتابوں کے مطالعے کے بعد میں اِس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہر کتاب میں آخری رسول پیغمبر اِسلام اور آخری کتاب قرآن کا ذکر موجود ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۹ر نومبر ۲۰۱۳)

❁ ❁ ❁

﴿ چار بیماریوں سے حفاظت ﴾

حضرت عبداللہ بن عباس؄ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ ایک بڑے میاں جنہیں قبیصہ کہا جاتا تھا وہ حضور علیہ السلام کے پاس آکر کہنے لگے کہ مجھے کوئی ایسی دُعاء بتلادیں جو مجھے دُنیا و آخرت میں نفع دے آپ ﷺ نے فرمایا دُنیا کے نفع کے لیے تو یہ ہے کہ جب تم صبح کی نماز پڑھ چکو تو تین مرتبہ یہ کلمات کہہ لیا کرو سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اِس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں چار بیماریوں سے بچائیں گے (۱) جذام (۲) پاگل پن (۳) اَندھاپن (۴) فالج۔ (عمل الیوم واللّیلۃ لابن سنیؒ ص ۱۱۷)

اَخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

سالانہ تبلیغی اِجتماع کے موقع پر جامعہ مدنیہ جدید میں بیرونِ ملک اور ملک بھر سے آنے والے شرکاء کی کثرت سے آمد و رفت رہی۔ مظاہر العلوم سہارنپور سے حضرت مولانا محمد شاہد صاحب مدظلہم جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے اُن کی رہائشگاہ پر ملاقات کی، بعد اَزاں حضرت کے ساتھ ناشتہ تناول فرمانے کے بعد طلباء سے خصوصی بیان فرمایا۔

۸؍نومبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سہ روزہ ختمِ نبوت کورس کے اِختتامی پروگرام میں شرکت کی غرض سے واپڈا ٹاؤن تشریف لے گئے جہاں آپ نے تکمیلِ نبوت کے موضوع پر جامع بیان فرمایا۔

۹؍نومبر کو جناب حافظ فرید اَحمد صاحب شریفی کراچی سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے ملاقات کی جس میں مختلف اُمور پر گفتگو ہوئی اور حضرت کے ساتھ دوپہر کا کھانا تناول فرمایا، بعد نمازِ عصر واپس تشریف لے گئے۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور